UNIVERSAL LIBRARY
OU_232680
UNIVERSAL LIBRARY

يعلمهم الكتاب والحكمة

شعر گوئی نہ سمجھنا کہ مرا کام ہے یہ
قالب شعر میں آسی فقط الہام ہے یہ

سخن کی جان الہامی بیان کلام تلمیذ رحمن محبوب یزدان قطب العارفین غوث العالمین
حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی رضی اللہ عنہ و عنا بہ

عین المعارف

جسکو

تاج مشائخ طریقت جناب شاہ ابد علی صاحب رشیدی سجادہ نشین حضرت مصنف نے مرتب کیا

اور [illegible]

بندۂ احقر محمد اظہر [illegible] گورکھپور نے

سلیمانی پریس بنارس میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت فی جلد
سنہ ۱۹۱۷ع
۱۰۰۰ جلد

یعلمهم الکتاب و الحکمه

شعر گوئی نہ سمجھنا کہ میرا کام ہے یہ — قالب شعر میں آسی فقط الہام ہے یہ

سخن کی جان الہامی بیان کلام تلمیذ رحمٰن محبوب یزدان قطب العارفین غوث العالمین

حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی رضی اللہ عنہ و عنا بہ

مسمی بہ

عین المعارف

جسکو

ناصح مناصح طریقت جناب سید شاہد علی صاحب رشیدی سجادہ نشین حضرت مصنف نے مرتب کیا

اور باجازت جناب موصوف

بندہ احقر محمد اظہر جنرل مرچنٹ علی نگر شہر گورکھپور نے

سلیمانی پریس محلہ گائگھاٹ شہر بنارس میں

چھپوا کر شایع کیا

ستمبر ۱۹۱۷ء

بار اول ۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد

معذرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی انت العلیم الرشید صل وسلم علی حبیبک الوحید وعلیٰ الہ واصحابہ وعشاقہ شہداء وصالہ وفراقہ لاسیما علی مشائخنا الکرام الواصلین الی اقصیٰ ذروۃ التوحید بسلام۔

سخن آفریں کی ثنا اور ادراک بشر افصح العرب والعجم کی نعت کی ہوا اور عقل شکستہ پر ہے

احمد اللہ حمد باری کا راز ہے تاب نظر سوز و پر عقل گداز
نعت احمد ہے ظل نورانی حمد تمیز میں حیران ہے عقل ممتاز

کبھی مصنف کا رتبہ کلام سے کبھی کلام کا پایہ مصنف سے اعتبار کیا جاتا ہے اس دیوان کے مصنف کا رتبۂ بلند کلام سے وہی اندازہ کرسکتا ہے جو ہمہ تن عشق اور سراپا عرفان ہو وہی اس الہامی کلام سے لطف اوٹھا سکتا ہے جسکا احوال رفیعہ کے عرش پر مقام ہو جس میں صفت کلام کا ظہور اتم ہو ہر محاورۂ اردو داں معنی رس نہیں ہر موزوں طبع عروض سنج حقیقت آشنا نہیں اگر عرفان میں نقص عشق میں خامی ہے تو ایسے اشعار کی معنی فہمی کا حاصل ناکامی ہے جو اہل حال نہیں وہ ایک عالیمقام صوفی کا حقیقت سے لبریز کلام کیا سمجھ سکتا ہے معنی کو الفاظ کا وہ

لباس پہنایا گیا ہے کہ لفظ پرست اوسی پر شیدا ہیں سخنوران روزگار جو نکات بلاغت میں دسترس اور نشست الفاظ اور اسلوب کلام پر نظر رکھتے ہیں وہ اسی کے دلدادہ ہیں۔

جب تک آتش عشق سے دل کباب نہوا ایسے پرسوز اشعار کا نکلنا محال ہے جب تک کلیجہ لہو ہو کر آنکھوں سے بہ نجائے یہ رنگیں نوائی دائرۂ امکان سے باہر ہے سبحان اللہ کس حال و زبان سے یہ اشعار نکلے ہیں کہ نفوس میں اونکی یہ تاثیر ہے صحیح ہے ع درد ہو دل میں تو باتوں میں اثر کیونکر نہو۔

کلام کا پایہ مصنف کی نسبت سے سمجھنے کے لئے ضرور ہے کہ مصنف کے پایۂ علم و معرفت سے آگاہی ہو ہندوستان میں کون ہے جو قطب دائرۂ حقیقت آفتاب سپہر محبوبیت بحر اسرار کونی والٰہی مطلع انوار نامتناہی شمس العارفین غوث العالمین شیخ العالم حضرت مولانا شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ وجعلنا من المستنیرین بانوارہ سے واقف نہیں۔ البتہ اقطار بعیدہ والے اگر حضرت کی ذات بابرکات سے ناواقف ہوں تو معذور ہیں کیونکہ ابتک نہ کوئی رسالہ حضرت کے احوال میں ارادتمندوں کی طرف سے اہل عالم کی خدمت میں پیش کیا گیا نہ حضرت کا کلام جسکی شہرت دور دور پہونچی ہے دیوان کی صورت میں ملک میں شایع ہوا۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ جن فضائل کے جامع تھے اونمیں شاعری کی فضیلت نسبتہً پست ہے پھر وہ فضائل جس سے بالاتر ہیں کیا ہونگے اور کس درجہ کے ہونگے۔

یہ قلندر مشرب حضرات بھی عجب حیرت ناک نسبت رکھتے ہیں انکے استتار اور ظہور کے دونوں پلّے برابر رہتے ہیں اگر ایک پلّے نے جھکنا چاہا دوسرے پلّے نے اپنا ثقل بڑھایا یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ العالم کی سخنوری کے شیدائیوں نے زندگی ہی میں دیوان کے چھپنے کا بار بار تقاضا کیا مگر زندگی میں شایع ہونا کلام کا منظور نہ تھا ہزار کوششوں پر بھی کسی نے چھپوا دینے کی قدرت نہ پائی۔

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ کو ایک بجکر بیس منٹ پر اپنے سیرگاہ فضائے لاہوت ہی میں رہنا ہمیشہ کے لئے پسند فرمایا ع اوٹھ گیا کیا آسی روشن ضمیر + آج دنیا کیوں اندھیری ہوگئی۔

فاتحہ سیوم و چہلم میں مریدان باختصاص کا مجمع کثیر تھا ہر طرف سے یہی صدا بلند ہوئی کہ حضرت کا دیوان جلد شایع

ہونا چاہیے۔ خازن اسرار حقیقت سالک مسالک طریقت چشم و چراغ دودمان سیادت گلدستہ از ہار سعادت برگزیدہ برگزیدگان درگاہ نام بردار خاندان الٰہ و سجادہ آرائے خانقاہ رشیدی خلیفہ ارشد و سجادہ نشین حضرت مولانا آسی روح اللہ روحہ جناب شہود الحق رشید الدین سید شاہ شاہد علی حسن فنا رشیدی کی خدمت بابرکت میں غزلوں کی جمع و ترتیب کے لئے التماس کیا گیا ممدوح بعد استخارہ و اجازت روحانی اس کام میں سرگرم ہوئے ابتدا میں یہ کام سہل معلوم ہوا مگر اس وادی میں قدم رکھنے پر بہت مشکلوں کا سامنا پڑا۔

(۱) جو نسخہ کہ خانقاہ میں موجود تھا وہ بہت نامکمل حالت میں پایا گیا بیشتر غزلیں دوسروں کے پاس پائی گئیں جو دیوان میں موجود نہیں۔

(۲) جو غزلیں دیوان میں موجود ہیں ان میں اکثر اشعار کو کاتبوں نے ایسا مسخ کیا ہے کہ جو اشعار معنی کے جان ہونگے وہ قالب بیجان نظر آتے ہیں اوسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت قبلۂ عالم اعلی اللہ مقامہ کا تلفظ دانتوں کے ٹوٹ جانے سے ایسا ناصاف ہو گیا تھا کہ ہر وقت خدمت میں حاضر رہنے والے بھی لفظ صحیح سمجھنے میں دھوکا کھا جاتے تھے۔

(۳) اکثر غزلوں کے چند اشعار پر خاص قسم کے نشان بنائے ہوئے ہیں جسکے معنی سمجھنے میں باہم اختلاف ہوا قرین قیاس دو صورتیں قرار پائیں یا کسی سبب سے اوس شعر کا نکالدینا مقصود رہا ہو یا وقت فرصت اوس شعر کی اصلاح منظور رہی ہو ہم لوگوں میں سے کسی میں یہ قابلیت نہیں کہ باعتبار معنی فہمی یا باعتبار زبان دانی اونمیں دخل دیسکے اسلئے وہ اشعار جس صورت میں لکھے ہوئے پائے گئے بعینہ مطبع کے حوالہ ہوئے۔

(۴) دیوان کے نسخوں کے مطالعہ و مقابلہ کے وقت اردو کے محاورات میں بیشتر اشتباہ واقع ہوا یعنے اکثر محاورے جو دیوان میں پائے جاتے ہیں حال میں متروک ہیں کچھ محاورے ایسے ہیں جو لکھنؤ کی زبان نہیں مگر خیال کیا گیا کہ حضرت مصنف قدس سرہ کی شاعری کا زمانہ ناسخ کے تلامذہ کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے اور سال وصال سے دو سال پہلے ختم ہوتا ہے اتنے دراز زمانے میں کتنے نئے محاورے پیدا ہوئے اور کتنے ترک ہوئے غزلوں کی تصنیف کا زمانہ محقق نہیں تاکہ اوس وقت کی زبان سے سند ڈھونڈھی جاسکے حضرت قبلہ عالم کو محاورہ بندی میں لکھنؤ یا دلی کی زبان کی پابندی نہیں کہیں کا محاورہ ہو جو بے تکلف موزوں ہو گیا ہے اوسکو باندھ دیا ہے اس نظر سے جو مشکوک یا قطعی متروک محاورہ بھی کلام میں پایا گیا ہے اسمیں دخل دینا بے ادبی سمجھکر ویسا ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۵) جو غزلیں خانقاہ کے نسخے میں موجود نہیں اور دوسروں کی بیاض سے ملی ہیں انمیں بڑی دشواری اس تحقیق میں پیش آئی کہ یہ حضرت قدس سرہٗ کا کلام ہے یا بھی محض مقطع میں آسی تخلص لانے سے حضرت کا کلام مان لیا جائے ان غزلوں میں بیشتر اشعار غیروں کے ملے جلے پائے گئے۔ رنگ کلام سے حضرت کے کلام کا پہچاننا مشکل اشعار کا چھانٹنا چھوڑنا کام نہ تھا۔

(۶) اور یہ بھی احتمال قوی تھا کہ کوئی صاحب محض اپنی نفسانیت کی وجہ سے غلط کلام اس طور پر نہ شائع کر دیں جسکی تصحیح بعد کو محال ہو جائے۔ اسلئے تنگی وقت نے تصحیح کی دقیق نظر کی فرصت نہیں دی مشتاق نظروں کا سخت تقاضا ہے کہ جس طرح ہو حضرت قطب الہند ابیری قدس سرہٗ کے عرس کے پیشتر چھپ جائے۔ معنی شناسان یگانہ اور سخنوران زمانہ کی خدمات میں عرض ہے کہ ان تمام دشواریوں کو ملحوظ رکھکر اگر کچھ فروگذاشتیں پائیں مہتمم طبع کو نشانہ ملامت نہ بنائیں۔ امید ہے کہ طبع ثانی میں وہ فروگذاشتیں جو خود ہماری نظر میں ہیں اور جو اہل سخن پیش کریں گے درست کر دیجائینگی (انشاء اللہ) اب طبع میں پروف کی تصحیح بھی عجلت کی وجہ سے مشکل ہے۔ ناظرین طبع اور تصنیف کی غلطیوں میں امتیاز رکھیں۔ اس دیوان میں مصنف کے ابتدائی اور اوسط و آخری تینوں زمانہ کے کلام ہیں اس سبب سے غزلوں کے رنگ میں سخن شناس فرق پائیں گے۔

حضرت مصنف قدس سرہٗ کا کلام اگر کل مل جاتا تو اسی قدر حجم کا چھ دیوان سے کم نہ ہوتا لیکن جوانی کا کلام قریب قریب کل ضایع ہو چکا ہے جسکے ملنے کی امید نہیں۔

یہ دیوان جو اہل سخن کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے وہ خانقاہ کے معتبر نسخے کے مطابق ہے جسکی اکثر غزلیں حضرت مصنف قدس سرہٗ کی بارہا کی سنی ہوئی ہیں۔ اس نسخے کے خلاف اگر کوئی شخص غزل میں زیادت یا نقص اشعار میں تغیر پیش کرے غیر معتبر سمجھیں۔ حضرت مصنف قدس سرہٗ کی ولادت کی تاریخ ۴ شعبان سنہ ۱۲۵۰ھ اور تاریخ و وقت وصال ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ وقت ظہر ایک بجکر ۲۰ منٹ ہے۔

اگر زمانے نے مہلت دی تو اس دیوان کے اکثر عارفانہ مغلق اشعار کی شرح طالب معرفت کی فہم کے لئے پیش کرونگا

حضرت قبلہ عالم کے حالات کا لکھنا ایک نہایت اہم کام ہے جسکی مجھ میں قابلیت نہیں۔ مگر احباب کا اصرار ہے کہ باندازہ اپنے معلومات کے قلمبند کروں اگر تائید الٰہی رہبر ہوئی تو کیا عجب ہے کہ اپنے مرشد کے حالات لکھنے کی سعادت حاصل کروں۔

محمد اصغر کان اللہ لہٗ

کالج گورکھپور ۲۵ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قصیدہ در مدح نواب کلب علیخان والی رام پور

مطلع اول

کہاں ترا کوئی بحر وجود میں ثانی		حباب دیدۂ اہل نظر میں ہے بانی
نہ فرق سو جھے اگر ظاہر و مظاہر میں		کسے کہے کوئی باقی کسے کہے فانی
ادسی کو دیکھتے ہیں جمع بلکہ جمع الجمع		جسے سمجھتے رہے مدتوں پریشانی
ہوا جو رفع تعین تو جز بہار نہ تہا	ق	یہہ برگ و بار و گل و غنچۂ گلستانی
کہے بہار لب گل سے میں بہار تو کیا		یہہ شور کشتن منصور واے نادانی
درخت پہل سے ہے پیدا تو ہی درخت میں پہل		یہہ میری تیری ہے پیدائی اور پنہانی
اگر یہ ہم ہیں تو کیا تیری ذات ہے محدود		اگر یہ تو ہے تو پہر کیا وجود امکانی
اگر یہی ہے تو وہ شوق دید کس کا تہا		جواب تند سے کی کس نے شعلہ افشانی
محل نہ عیب ہوئی وحدت میں کثرت عالم		تو کیوں شریک قدم ہو ثبوت اعیانی
زوال صورت اشیا ہے صورت ہمہ اوست		غرض کہ ہیچدانی ہوئی ہمہ دانی
تمال سعی نگاہ کمال تحقیقات	ق	نہ خاک کچھ نظر آیا بغیر حیرانی
اخیر یہ کہ نہ پہچاننے کے قالب میں		وہ ذات پاک گئی آشنا سے پہچانی

مجھے امید سکون و قرار کیا اُس سے
جو اپنے جلووں کو رکھتا ہو آئی و فانی

ابھی تو وجد میں لاتا ہوں عقل و دل کو
وہ چھیڑتا ہوں میں آہنگ مطلع ثانی

مطلع دوم

زہے تراوش جوش شیون احسانی
ظہور خاص کو خوش آئی وضع انسانی

حباب گنبد گردوں میں یہ اشارہ ہے
ہوا کی طرح سے آنا ترا یہاں آنی

جو ایک ذرہ میں سو گردشیں نہ دے دل کو
وہ کیوں عبث کرے بدنام سبحہ گردانی

بڑھا جو شعلہ مرے جسم زار سے لپٹا
فدائے شمع تجلی ہوئی وہ عریانی

خدا نے بخشی ہے صحبت کو تو بڑی تاثیر
سرو ہی آنکھوں میں ہے سرمۂ صفاہانی

شگاف سینہ سے جھانکو تو بھوک پیاس ہو بند
ہر ایک داغ غم دل ہے ماہ کنعانی

جو خاکسار ہو اپنی جگہ سے کیوں اوٹھے
کہ اوٹھ کے مثل غبار اوسکو ہو پریشانی

برنگ لالہ کہاں خونچکاں زبان ملے
جو کوئی عرض کرے سوز داغ پنہانی

میں ابتدا ہی میں ان نالوں کو یہ کہتا تھا
کہ بھر گوے فلک یہ کریں گے چوگانی

بس ایک دم کے لئے سربلند دیکھ لیا
مگر حباب بھی تھا کوئی تاج سلطانی

نہ چھوڑیگا روش راستی کو آزادہ
کہ میں راہ ہدایت ہے سرو بستانی

ضرور روے بتاں میں کچھ اور جلوہ تھا
ہے چشم آئینہ آئینہ دار حیرانی

خدا کے واسطے ای شمع اب بھی کہنا مان
کریگی کھو نہ ترا تیری اشک افشانی

وہ طوطی شکرستان ہند ہوں آسی
کہ گم ہو نا طقۂ صائب صفاہانی

مرا کلام وہ معجز جو پڑھ کے اک مصرع
دہان گنگ میں بو نکوں کرے غزل خوانی

ہو بند تا قطعہ

غزل

نہ جان دیکے بھی ہم سمجھے واے نادانی
کہ تھا وہی لب جاں بخش دشمن جانی

یہی بہی ہے کہیں بخت سیاہ عاشق سے
غلط ہے گیسوے شب رنگ کی پریشانی

میں نقش پا کی طرح پائمال و خاک بسر
وہاں ہنوز وہی تہمت تن آسانی

بغیر منزل حیرت کہاں نظارۂ یار
نوید یاس ہوئی آئینے کی حیرانی

ہمارے زخم جگر اور اس طرح مرجھائیں
وہ کیا ہوئی تری زلفوں کی مشک افشانی

نہ داغ سینے میں پیدا نہ دل میں ہیجان تیرا
تو کس نے چاک گریباں کیا ہے نورانی

بہلا تم اپنی انگوٹھی تو ہاتھ میں ڈہونڈہو
عدو سے دیو کرے دعوی سلیمانی

تمھیں نہ دل میں چلے آؤ دیکھ لو سب حال
نہیں ہے قابل اظہار درد پنہانی

وہ اپنی زلفیں کہانتک بنائینگے آخر
ہماری رات ہے زلفوں سے اُنکے طولانی

نہ چھوڑ بہر خدا اے خیال موے کمر
ہمارے دیدہ داغ جگر کی مژگانی

ترے تصور روئے نکو نے کھول دیا
کہ دل کے شیشے میں تھی قوت پرستانی

کسی کے سرمہ دنبالہ دار نے آسی
سیاہ مست کو دی میکدے کی دربانی

پڑھوں صدائے حزیں سے وہ خونفشاں مطلع
کہ بزم عرض سخن ہو تمام افشانی

مطلع چہارم

دل گرفتہ ہے اے دل نوید عریانی
کہ غیر چاک نہیں غنچہ کی گریبانی

سیاہیٔ شب غم کا نہ کیوں ہوں شکر گذار
شب لحد نظر آتی ہے مجھکو نورانی

میں اوسکی رزق رسانی کی شان کے صدقے
نہ اور کچھ ہو تو غم ہے غذائے روحانی

نہ خاک کچھ ہوئی تاثیر سخت جانی میں
بھلا جگر کو کیا زہر غم نے کیا پانی

یہ سادگی کہ میں اُس بحر غم کی ڈہونڈہوں تھاہ
ہو جسکے قطرے میں کشتی نوح طوفانی

بجائے آب ہے زہر آبۂ الم دن رات
غذا کے بدلے وہی دل جگر کی بریانی

ظہور غم تو کچھ اسباب کا نہیں محتاج
بغیر چشم ہے شبنم کی اشک افشانی

جو آفتاب قیامت نہیں تو کیا ہیں یہ داغ — کہ انکی دم سے شب غم کی ہے چراغانی
وفور اشک میں ماوائے غم نہ دل ہوتا — جو ہوتی لازم سیلاب خانہ ویرانی
یہ زیر چرخ تنک ظرف جوشش یم غم — یہ اک حباب میں بحر بلا کی طغیانی
کہاں فلک نے بھرے سیم و زر سے ہاتھ اپنے — ہماری قدر مہ و مہر سے بھی کم جانی
مرا نوشتہ تقدیر وہ سیہ نامہ — کہ بہر خواب کرے بخت کی شبستانی
جز اغنیا ہو مفلس کے درد کا گاہک — گراں بہا ہے غم جانگزا کی ارزانی
ق
ہوائے صدق ابوبکر و سوز عشق عمر — خمیر کے لئے آب حیائے عثمانی
جہاں ولولۂ حب بوتراب کی خاک — نہ پوچھ کسکے یہ عنصر ہیں ایسے نورانی
وہ کون پاک گہر پاک مظہر ایسا ہے — خجستہ روے ملک خوے یوسف ثانی
سپہر کوکبہ نواب آفتاب جناب — جناب کلب علی خاں محب سبحانی
اگرچہ جذب دل زار کھینچتا ہے ادھر — پکڑکے دست ارادت سے موئے پیشانی
میں خاک جادہ ایماں وہ قبلہ ایماں — رجوع اسکی طرف عین محب ایمانی
مگر خدا نے کیا ہے مجھے وہ خاک نشیں — اوٹھا جگہ سے کہ ہوں مثل نقش پا فانی
برائے سیر رہ بر و بحر ظاہر ہے — میں بحر شعر میں کرتا ہوں سیر پنہانی
نگاہ اہل حقیقت میں قرب جسمی سے — اتم و اکمل و اشرف ہے وصل روحانی
حضور میں یہ زمیں بوس ہو کے عرض کروں — کہ اے فدای جمال تو انسی و جانی

مطلع پنجم

ترا جمال جمال کمال نفسانی — ترا خیال کمال خیال انسانی
ترا فراق فراق سعادت ابدی — ترا وصال وصول عروج امکانی
ترا کرم کرم حق کی دلربا تصویر — ترا غضب غضب کردگار کا بانی

ترا کمال مہ آسماں جلوۂ ذات — ترا کلام جہانِ رموز عرفانی
تری ثنا ہوئی سرمایۂ کمال ثنا — ثنا پہ آپ ہے واجب تری ثنا خوانی
تری یہ محویت اللہ ذکر سبحاں میں — کہ تیرے سبحہ سے نکلے صدائے سبحانی
ولائے حق تری رگ رگ میں ریشہ ریشہ میں — فلاسفہ جسے سمجھیں حلول سریانی
خدا کی رحمت بے بیہم تری محیط وجود — یہ بالی میں نے مثال حلول طریانی
دلیل شوکت ایماں ترے زمانے میں — برنگ زلف بتاں کفر کی پریشانی
برائے نصرت سالک صدای امر تری — فغاں زنگلۂ کاروان حق دانی
گناہ گاروں میں شور نہیب ہے تیرا — نمک فشانی جام شراب ریحانی
ترا وہ عدل کہ نوشیرواں پئے تقلید — ازل ہی میں تجھے سمجھا امام روحانی
ترا فدائے سر بذل گوہر شہوار — ترا گدائے در فیض ابر نیسانی
خدا کرے کہ ترے دست جود سے ہو خجل — ہمارے پنجۂ مژگاں کی گوہر افشانی
وہ تیری ہی نہ گہر ریزیوں کے جلوے ہوں — بھری جو دیکھی ثریا کی رات ہیمانی
وسیع سینۂ عارف سے صحن خانہ ترا — بلند ہمت عاشق سے اوج ایوانی
[1] وہ تیری خلوت راحت میں ہر در و دیوار — کہ جوش بال پری ہو پئے مگس رانی
ترا وہ شعشعہ تیغ برق کافر سوز — کہ خاک گبر سے ہو جلوۂ مسلمانی
خیال برش شمشیر ہے یہ حیرت زا — کہ داغ داغ جگر کا ہے چشم قربانی
دم مصاف جو دشمن سے چار ہوں آنکھیں — اجل کرے ترے تیر نگہ کی پیکانی
اگرچہ گذرے جہانگیر اور عالمگیر — مگر کہاں یہ ترا عالم جہاں بانی
نہ پوچھ لشکر انجم میں کیا پڑی ہلچل — جو صبح دیکھی تری فوج کی فراوانی
ہوائے دامن زین سمند دست ہوس — ہوا کو مٹھی میں لینے کی فکر ٹھانی
ہوا نہ برق نہ آندھی یہ سب مثال غلط — مری نظر میں تو گھوڑا ترا ہے لاثانی

[1] یہ مصرعہ پڑھا نہیں گیا

قلم کو ہاتھ لگا کر کہا یہ مانی نے — کہ کھینچوں صورت حسن اداے جولانی

وہ بر و بحر و جبل چرخ و عرش روند آیا — قلم اوٹھا نہ چکا تھا ابھی یہاں مانی

ق

جو تو سوار ہو فیل سیاہ پر اپنے — کہوں میں کعبہ کی چھت پر ہے نور یزدانی

اگر یہ کہیے کہ بے پردہ ہے تجلی طور — ہوا وہ جل کے کف سرمہ صفاہانی

سیاہ فام ترا فیل کوہ پیکر کیوں — یہاں تو تھا ترے پردے میں نور رحمانی

ق

عجب نہ کر جو ہوا طور جل کے خاک سیاہ — غضب تھی برق تجلی کی آتش افشانی

سیاہ فام ہے فیل گراں جسد بھی ترا — ضرور تجھ میں ہے لمعان نور رحمانی

دم نظارہ ترا جلوہ دیکھکر اوس پر — گروں جو غش میں کہیں میں ہو موسی ثانی

تو ہے وہ رشک مسیحا کہ اس زمانے میں — جلا دیے ہیں عظام رمیم سحبانی

ق

وگرنہ اب وہ زمانہ قریب آیا تھا — کہ کرتے اہل سخن ماتم سخندانی

تری زمین غزل میں جو ذرہ فرض کروں — ہے آفتاب حقیقت کی اُس میں رخشانی

گل سخن کے تبسم سے بات کی تو نے — بہار خندہ صبح وصال جانانی

اوسے ہے نسبت شاگردی اور تو خاقان — یہ اہل حق کو ہے تحقیق نام خاقانی

ترے تلامذہ اے سعد اکبر اقبال — مری نظر میں ہیں ایک ایک سعدی ثانی

تمام اہل جہاں جسم اور جان ہے تو — جو تجھکو جانے کرے دعوئے خدادانی

ہمارے شعر تری مدح میں ہیں در یتیم — کسی کی مدح نہ کی ہمنے جز غزل خوانی

تو اونپر آج توجہ سے دست شفقت پھیر — نہ کر یتیم سے صرف نگاہ احسانی

بتا تو کیسی جگر کاویاں ہوئی ہونگی — جو زیب گوش ہوئے یہ جواہر کانی

بجان شعر یہ میرے جگر کے ٹکڑے ہیں — نثار فرق مبارک کو ہیں جو ارزانی

بجا ہے تجھ سے حقیقت شناس سے مجھکو — امید قدر شناسی و منزلت دانی

بس اب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اے آسی — ہے اہتزاز میں اسوقت عرش ربانی

تو حکمراں رہے لاکھوں برس مگر وہ برس
کہ جسکے دن ہوں قیامت کے دن سے طولانی

شفق میں آگ ہو جبتک خط صنم میں غبار
ہوا دوں میں حیا کی نگاہ میں پانی

رہیں عناصر پر تو اعتدال کیساتھ
بجاہ و حشمت و فیروزی و جہاں بانی

قصیدہ ناتمام در مدح نواب میر محبوب علیخاں والی حیدر آباد دکن

کبھی نہ صاحب تمکیں کرے کسی سے کلام
سکھائے اونکو یہ میرے ہی سامنے لب بام

کسیکو دیکھ کے لغزش جو پاؤں میں آئی
شراب پی کہ وہ آنکھیں نہ ہوں کہیں بدنام

قرار می برد از خلق بے قراری ما
تمہاری دوستی ایسی ہے دشمن آرام

مذاق بوس لب یار کو وہ بہونچا خوب
کہا ہے جس نے کہ اس دور میں شراب حرام

تمہیں بتاؤ کہ حد بشر ہے یہ مطلع
یہ کیا کہا کہ مرے عہد میں نہیں الہام

مطلع

رقیب ہی سہی دے کشتۂ فراق کو دام
کہ چاہیئے ترے قاصد کو نقد جاں انعام

مذاق سوز و گداز اور اختیار نہیں
کہ چھین لوں سحر مہر اور شمع کی شام

بس اتنے پر کہ لب لعل یار چوم لیا
مرے فرشتے نے لکھا ہے مجھکو مے آشام

مطلع

نمود خط سے ہوئی صبح رخ بھی آخر شام
ترا نظارہ ہے برہان گردش ایام

کسیکے لغو کو دیکھیں تو در گذر نہ کریں
پھر اُسکی غنچہ نگاری یہی ہے شان کرام

یہ لاف خوبی حور بہشت اے واعظ
تری نگاہ سے گذرا نہیں وہ گل اندام

ہماری آہ میں اللہ رے نالۂ بلبل کے
شراب درد تھی بلبل کہ آہ تھی گلفام

کہاں تک اے ہوس بوسہ گالیاں دیں گے
کہ منہ نہ بند کرے گی حلاوت دشنام

کوئی کہے مجھے دیوانہ کوئی سودائی
تمہارے عشق نے آخر کیا مجھے بدنام

جہان میں ہو جہاں اہل فہم کا مجمع
میں اُن میں صدر نشیں مثل حرف استفہام

بنارس اور اودھ کیا تمہیں تو کہتے ہیں
کہ چہرہ صبح بنارس ہے زلف اودھ کی شام

کسی طرح کسی قالب میں انقلاب تو ہو
خدا کرے کہ جدائی ہو داخل ایام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاب دیدار جو لائے مجھے وہ دل دینا
منہ قیامت میں دکھا سکنے کے قابل دینا

پاؤں یارب مجھے تا سر منزل دینا
ہاتھ بھی گردن مقصد میں حمائل دینا

غیر ظاہر نہ مظاہر کی حقیقت سمجھوں
اتنی تمیز میان حق و باطل دینا

ذوق میں صورت موج آ کے فنا ہو جاؤں
کوئی بوسہ تو بہلا لے لب ساحل دینا

رشک خورشید جہاں تاب دیا دل مجھکو
کوئی دلبر بھی اسی دل کے مقابل دینا

اصل فتنہ ہے قیامت میں بہار فردوس
جز ترے کچھ بھی نہ چاہے مجھے وہ دل دینا

ترے دیوانے کو بیحال ہی رہنا اچھا
حال دینا ہو اگر رحم کے قابل دینا

ہارے ہائے تری عقدہ کشائی کے مزے
تو ہی کھولے جسے وہ عقدۂ مشکل دینا

خوں فشانی ہو میری آئینہ روے فنا
دونوں آنکھوں کو رگ گردن بسمل دینا

ناتوانوں کے سہارے کو ہے یہ بھی کافی
دامن لطف غبار پس محمل دینا

مہر دشمن سے کہیں آگ بھڑکتے دیکھی
شمع ساں مجھکو سرافرازی محفل دینا

دل دہی غیر کی اور آپ پہ ترجیح ہے کہ غلط
آپ معشوق ہیں کیا جانیں بھلا دل دینا

نقد جاں وہ لیں ادہر دولت دیدار ادہر
انکو لینا بہت آسان ہے مشکل دینا

ره کے آغوش میں اے بحر کرم عاشق کو
قسمت سوختۂ سبزۂ ساحل دینا

تنگیٔ غنچہ پژمردہ ہو صحرائے وسیع
اسقدر کلفت افسردگیٔ دل دینا

درد کا کوئی محل ہی نہیں جب تیرے سوا
مجھکو ہر عضو کے بدلے ہمہ تن دل دینا

ایضاً

اوسی کے جلوے تھے لیکن وصال یار نتھا
میں اُسکے واسطے کسوقت بیقرار نہ تھا

کوئی جہان میں کیا اور طرحدار نہ تھا
تری طرح مجھے دل پر تو اختیار نہ تھا

خرام جلوہ کے نقش قدم تھے لالہ و گل
کچھ اور اسکے سوا موسم بہار نہ تھا

وہ کون نالۂ دل تھا قفس میں ای صیاد
کہ مثل تیر نظر آسمان شکار نہ تھا

غلط ہے حکم جہنم سے کیسے ہوا ہوگا
کہ مجھسے بڑھکے تو کوئی گناہگار نہ تھا

وفور بیخودی بزم مے نہ پوچھو رات
کوئی بجز نگہہ یار ہوشیار نہ تھا

لحد کو کھول کے دیکھو تو اب کفن بھی نہیں
کوئی لباس نہ تھا جو کہ مستعار نہ تھا

تو خود گلبن و گلزار ہو گیا آسی
تری نظر میں جمال خیال یار نہ تھا

دوں تپا درد دل میں فانی کا
بہیں سارا ہے یار جانی کا

کس سے کیا ہو سکا بوڑہاپے میں
کسکو ماتم نہیں جوانی کا

درد دل لطف زندگانی ہے
غم سبب عیش جاودانی کا

تیشۂ کوہکن سے خوب لکھا
ماجرا میری خونفشانی کا

نقش پا کو کوئی اوٹھا نہ سکا
دیکھنا زور ناتوانی کا

غم نے خم کر کے جسم لاغر کو
خوب چھلا دیا نشانی کا

آبرو موجود دل میں رقت ہو
دیکھ موتی ہے قطرہ پانی کا

غیر کا اب گذر نہیں دل تک
عشق عہدہ ہے پاسبانی کا

دہن تنگ یار کا حلقہ
نہ نمک عشق کا نہ زخمی دل

دور ہے جام لب ترابی کا
کچھ نہ پایا مزا جوانی کا

ہم تو آسی او نہیں بلا لائیں
کیا ہے سامان میہمانی کا

غمزے ہیں جس میں حسن کے عشق ہے اُس نگار کا
چوٹ ہے جس میں عشق کی حسن ہی میرے یار کا

لاکھ گلے لگائیں وہ رنگ نہیں قرار کا
موجۂ بوی گل ہوں میں اُنکے گلے کے ہار کا

طوف حرم میں قول تھا تیرے شراب خوار کا
حلقۂ کعبہ دور ہے بادۂ خوشگوار کا

جوش بہار و سوز عشق دونوں یہ ایک ہی ہوں
رنگ ہے لالہ زار میں سینۂ داغدار کا

بجھتے ہی کوئی ماہرو پردے میں چھپ گیا مگر
کچھ سبب آخر ابر تر گریۂ زار زار کا

موجۂ خندہ موج خوں صورت غنچہ کس لئے
کیوں ہو ہنسی سے آشنا منہ کسی دلفگار کا

زخم جگر سے خوں چکاں گذری ہیں تیری خستہ جاں
جادہ منزل عدم تختہ ہے لالہ زار کا

سرمۂ چشم نقش پا ہم ہوئے تیری راہ میں
کوئی پیسا ہوا نہ ہو صدمہ انتظار کا

گردن جھکانے کس لئے ہر نیاز مند
موت بھی کوئی وار ہے خنجر ناز یار کا

خوش گھروں کو پیسکر گردش آسیائے چرخ
سرمہ بنائی رہتی ہے دیدۂ اعتبار کا

ڈال ہی جائے قصر ہیچ ہستی غیر کی بنا
کشتۂ امتیاز ہوں دیدۂ اشکبار کا

خنجر وعدہ آ ہی بات ہے اس میں بھید کی
خون تو اپنے سر نہ لے کشتۂ انتظار کا

ایک نظر میں جو کرے دونوں جہان کو خراب
دل ہے نظارہ جو آسی آفت روزگار کا

دل کی کشود ہو گئے ہی جلوۂ بے حجاب تھا
دل جسے سمجھے تکمہ تھا برقع روئے یار کا

جائے طواف حلقۂ دہ شراب ناب ہو
شیخ حرم مرید ہے آسی بادہ خوار کا

آسی نامراد پر ہے وہی جلوہ جس سے ہے
مطلع آفتاب حشر ذرہ مرے غبار کا

عاشق کی جانکنی پر تنہا نہ یار رویا
جس سنگدل نے دیکھا بے اختیار رویا

ہمدرد کی مصیبت دیتی ہے کیا اذیت
بلبل نے نالے کھینچے میں زار زار رویا

رقت سے رخصت ہا دیکھنا بھی مشکل
جب آنکھ اودھر اوٹھائی بے اختیار رویا

اونکی گلی میں جاکر سوت آنسوؤں کے پھوٹے
یہ پھوٹ پھوٹ کر میں زیر مزار رویا

برباد کردیا جب قسمت نے گلستاں سے
ابر بہار بنکر میرا غبار رویا

ثابت جو ہو رہی تہی گلشن کی بے ثباتی
جوں جوں ہنسے گل ترمیں زار زار رویا

اظہار سوز دل کو آتشی نے شمع آسا
جوں ہی زبان کھولی بے اختیار رویا

گلوے خشک خواہاں ہے دم تکبیر پانی کا
ذبیحے سے نہ کر بخل ای دم شمشیر پانی کا

لگی دلکی بجھاتے ہیں جو کھل جاتے ہیں دانت اونکے
یہ ہولی کام کرتے ہیں دم تقریر پانی کا

ہوئی کیا شمع پانی پانی اوسکے روے روشن سے
جو تو گل ہے تو قطرہ نکلے ای گلگیر پانی کا

مری کشت امل پر ابر رحمت بھی اگر برسے
تو بجلی سے اثر بدلے مری تقدیر پانی کا

ہوا جو بے حقیقت خود بخود سرسبز رہتا ہے
نہیں محتاج نخل گلشن تصویر پانی کا

جو قسمت ہی میں خاک اوڑتی ہو سیرابی کہاں ممکن
لب ساحل کی صورت گو ہو دامنگیر پانی کا

خدنگ آہ نکلا جب کلیجا ہو گیا پانی
ہوائی تیر بنتے تہے یہ دیکھا تیر پانی کا

مقدر میں ہو یوں سب کچھ مگر تدبیر لازم ہے
کہ اک قطرہ نہیں ملتا ہے بے تدبیر پانی کا

کسی سائل کو کیا بھرے جو خود در ذات سائل ہو
لگا یہ دل میں آکر شعلہ تقریر پانی کا

پیا جو آب آتش رنگ چہرہ ہو گیا کندن
اثر دیکھا کسی نے رو کش اکسیر پانی کا

وہ پانی ہے کہ موتی بنکے پہونچا اونکے کانوں تک
نہ کیونکر رشک ہو اے اشک بے تاثیر پانی کا

دم تحریر اشکوں نے لگائی کیوں جھڑی مینہ کی
نہ تھا سائل ہمارا خامۂ تحریر پانی کا

ترا سرگشتہ الفت یہ روتا ہے اسیری میں
کہ بنتا ہے بھنور ہر حلقۂ زنجیر پانی کا

جو شرح مصحف عارض لکھیگا عاشق گریاں — بنے گا بلبلہ ہر نقطہ تفسیر پانی کا

ہم اپنی تشنہ کامی کی شکایت کیا کریں آسی
گیا تھا کٹ گلوئے حضرت شبیر پانی کا

سر کٹانے کے لئے دل وہیں بیتاب ہوا — مثل ابرو کوئی خنجر جو سیہ تاب ہوا
رتبہ پایا ہے محبت میں تو اب دل کو سنبھال — گر پڑیگا صفت برق جو بیتاب ہوا
خاکساری سبب آبروی سالک ہے — جو ملا خاک میں آنسو در نایاب ہوا
قابل سجدہ ہوا جھککے ملا جو کوئی — قد خم گشتہ میں پیدا خم محراب ہوا
ظرف اگر پائے تو نعمت سے کبھی سیر نہ ہو — پر نہ دریا سے کبھی کاسۂ گرداب ہوا
جس نے دیکھا تجھے کیا خاک لگے آنکھ اوسکی — دیدۂ رخنۂ دیوار بھی بے خواب ہوا
اشکوں نے تا بہ گلو آکے وہ چکر باندھا — حلقۂ جیب مرا حلقۂ گرداب ہوا
خوب پکڑی نگہِ الفت کے تماشے دیکھے — روز پروانہ بے کس شب سرخاب ہوا
بس بہی گرائے مرے طوفان سرشک اب بس کر — روزن قصر صنم دیدۂ پُر آب ہوا

شعر وہ نور سے لبریز پڑھے آسی نے
حلقۂ اہل سخن ہالہ مہتاب ہوا

عشق میں اسے کوہکن کیا زخم سر درکار تھا — زخم دل درکار تھا زخم جگر درکار تھا
اوڑ کے جانا بام جاناں تک اگر درکار تھا — مرغ دل کو بازوے مرغ نظر درکار تھا
سینہ دل سے دست ماتم پنجۂ خورکس لئے — ہاں شب غم چاک دامان سحر درکار تھا
پاکبازی اپنی پیغام طلب تھی عشق میں — دہوکے داغ تہمت ہستی سفر درکار تھا
قرض کی کچھ گفتگو عاشق سے کرتے تھے رقیب — نامے تو کچھ کم نہ تھے شاید اثر درکار تھا
اہل تھے محرومی دیدار کے تم اے کلیم — میں ازل کا بے جگر مجھکو جگر درکار تھا
کیا شراب حسن ساقی جانفزا تھی واہ وا — میگسار و ساغر ذوق نظر درکار تھا

جا کھائے دل کے ٹانکے اتنی بیرحمی کیساتھ
درد دل تجھکو بہی کچہ اے چارہ گر درکار تھا

داغ غم اوسکو نہ جان ای بلبل جان حزیں
چلنے کو اس باغ سے برگ سفر درکار تھا

مجھ سے بیمقدار کا دل اور جلوا آ ہیکا
سچ ہے ای خورشید ہر ذرّے میں گھر درکار تھا

داغ سوزاں چھوڑ کر عاشق نے لی راہ عدم
بس رہِ تمکو چراغ رہگزر درکار تھا

داغ اپنا دے کے آسی نے جو لی راہ عدم
بس رہِ تمکو چراغ رہگزر درکار تھا

لذّت آزار آسی کے سمجھنے کے لئے
درد دل تجھکو بہی کچہ اے چارہ گر درکار تھا

جب دل کو عاشق کو یارائے شکیبائی نہ تھا
حشر کا وعدہ کبھی طور دل آرائی نہ تھا

لالہ و گل کا یہ دیوانہ تماشائی نہ تھا
باغ میں ہر پہول تیرے حسن کا آئینہ تھا

حسن پھر کس کام کا جب چاہنے والا نہو
سچ ہے تجھ سے دلربا کو لطف تنہائی نہ تھا

گلشن دیدار میں کوری بہی کیتی ہی بہار
آنکھ وہ نرگس تہی جسمیں رنگ بینائی نہ تھا

آگیا یارکے خیال وعدۂ فردائے حشر
اے لحد کوئی انیس کنج تنہائی نہ تھا

پیش ناصح اور آتی بیقراری کیا کہوں
سامنے وہ آگیا وقت شکیبائی نہ تھا

اب وہی دیکہیں دل شیدا میں کسکی شکل ہے
مبتلا کرنا مرا شایان یکتائی نہ تھا

صورت خورشید ناجنسوں سے نفرت ہی رہی
گو مجھے کچہ ذوق دور جام تنہائی نہ تھا

دولت پابوس پاکر کیوں نہوتا سربلند
میں تو اے زلف دراز یار سودائی نہ تھا

حد حیرت دیکھتا تھا اپنی آرائش کے ساتھ
آئینہ خانہ میں وہ محو خود آرائی نہ تھا

ایک ہی جلوہ میں اوسکے ہوگیا جل بجھکے خاک
عاشق جانسوز تھا میں کچہ تماشائی نہ تھا

مرگیا میں رند ساقی نے خبر میری نہ لی
کیا مئے گلرنگ میں رنگ مسیحائی نہ تھا

منہ چھپا کر گھر میں بیٹھا جو ترا منہ دیکھکر
وہ دل حیراں مرا تھا یا ترا آئینہ تھا

شرط تھا راہ طلب میں آبلہ فرسا قدم
بے سبب نالوں کو ذوق چرخ فرسائی نہ تھا

کوئی نکلا ہی مقابل تو مجھی سے فیضیاب
گو بسان خور مجھے دعوائے یکتائی نہ تھا

وہ ہجوم اشتیاق و حسرت و غم ہائے ہائے
اون سے ملنے کے لئے امکان تنہائی نہ تھا

اے شب مہ کیوں نہ آتیں میری نورانی ہوئیں
کیا مرے منہ پر کہیں داغ جبیں سائی نہ تھا

آگیا اے گریہ غم ابر اندھیری رات میں
اے جزاک اللہ کوئی غمخوار تنہائی نہ تھا

جو نہ پوچھا اوٹھا کسی سے وہ اوٹھایا کسطرح
ضعف خلقی میں اگر جوش توانائی نہ تھا

دل میں تو ہر وقت تھا حاصل مجھے اوسکا طواف
کعبے پھر کیا کرنے جاتا یار ہرجائی نہ تھا

روکے آسی پوچھتا تھا کب قیامت آئیگی
کس طرح کہیے کہ وہ تیرا تماشائی نہ تھا

کہا یہ دیکھکر خال بت بے پیر کا دانا
الہی اسکو تو کرنا مری تقدیر کا دانا

نہیں رہتا ہے بے پہونچے ہوئے تقدیر کا دانا
لب سوفار تک پہونچا دل نخچیر کا دانا

جو دانا ہے تو دیوانوں کے قدموں سے تو لپٹا رہ
مسلسل یہ صدا دیتا ہے ہر زنجیر کا دانا

حقیقت دار کے اوصاف کیا ہوں یہ حقیقت میں
کہاں ہے قابل نشو و نما تصویر کا دانا

بھلا ہمچشم ہو سکتا ہے موتی روزن دل سے
یہ ہے چھیدا ہوا اونکی نظر کے تیر کا دانا

بسان آسیا پائے توکل کو نہ لغزش دے
کہ منہ میں آرہیگا خود بخود تقدیر کا دانا

جو آیا منہ تک اُڑ بہاگا ہوائے شعلہ غم سے
سپند آتش دل ہے مری تقدیر کا دانا

دل پر نور محو یاد ابرو پر یہہ پھبتی ہے
کہ ہے دہویا ہوا آب دم شمشیر کا دانا

ستارے کی چمک دیکھی نہ تھی موتی کے دانے میں
دُر دنداں ترا ہے واہ کس تنویر کا دانا

جو ہے بے ذوق کب ملتی ہے لذت دارنے اوسکو
جلا گل ہے دہان بے حس گلگیر کا دانا

حلاوت روح کو دلکو جگر کو جس سے ملتی ہے
ترا خال لب شیریں ہے کس تاثیر کا دانا

مزا کیا جبکہ دانے کے لئے کی آبروریزی
ہمیشہ مجھکو دینا ایخدا توقیر کا دانا

تصور اسقدر باندہا ہے نقش نام اقدس کا
کہ تل ہر آنکھ کا ہے نقطہ شبیر کا دانا

کسی سے طالب ناں کس لئے شیخ ریائی ہو
اوسے کافی ہے اپنی سبحہ تزویر کا دانا

دکھا کر خال برو جو چہری پہیری تہی گردن پر
نہ بھولا طائر دل وہ دم تکبیر کا دانا

ہوا سرمے کے تل سے رنگ انگلوں میں کندن کا
نزاکت ہے سبب اسکا کہ ہے اکسیر کا دانا

مرے آنسو نہیں پوچہے یار نے دہانی دوپٹے سے
ہوا سرسبز آخر اشک بے تاثیر کا دانا

کبہی تدبیر سے غیر از مقدر مل نہیں سکتا
جو ہے تقدیر کا دانا وہ ہے تدبیر کا دانا

کتابت پیشہ کی روزی بہی کیا موہوم ہوتی ہے
سوائے نقطہ کیا ہے خامہ تحریر کا دانا

لگایا منہ کہ چومیں خال لب پہلو سے اوٹھ بہاگے
چہپا منہ سے دہان آسی دلگیر کا دانا

قید تہی کوئی نہ ذکر قیدی و زنجیر تہا
دل میرا اوسوقت اسیر گیسوئے بے پیر تہا

عشق میں کہتے ہیں کامل آسی دلگیر تہا
آہ جسکی بے اثر تہی نالہ بے تاثیر تہا

سنگدل جو رات سنکر قائل تاثیر تہا
شعر آسی تہا کوئی یا نالہ شبگیر تہا

حالت دل خاک میں کہتا کہ تا ہنگام مرگ
آپ کا شکر جفا یا شکوۂ تقدیر تہا

کوچہ جاناں سے جیتے جی نہ پہر نکلا جو میں
چشم نقش پا میں شاید سرمۂ تسخیر تہا

جسطرف سے ہو کے گزرا چہید ڈالے دل جگر
نالۂ غم تہا کہ مژگان صنم کا تیر تہا

میں جسے سنکر حیات جاودانی پا گیا
وہ دم ذبح اوسکے منہ سے نعرۂ تکبیر تہا

عشق سے فرہاد کے پردے میں پایا انتقام
ایک مدت سے ہمارا خون دامنگیر تہا

بسچ بتانا اے نگاہ ناز تیرے بہیس میں
کس قدر انداز کے دست و کماں کا تیر تہا

تو نے گہونگہٹ کیا اوٹہایا لگ گئی عالم میں آگ
جلوہ یا کوئی شرار آہ پر تاثیر تہا

یار تک پہونچا تو میں لیکن فنا ہونے کے بعد
جادۂ راہ طلب تہا یا دم شمشیر تہا

باغ سے جاکر پہر آنا جیسکے بات انکا غلط
کیوں برنگ غنچہ ہر برگ چمن دلگیر تہا

عشق کیا کیا نسبتیں کرتا ہے پیدا حسن سے
زلف اگر شبرنگ تہی نالہ مرا شبگیر تہا

ناؤں کی عرض تمنا دیکھنا تھا دیدنی
دیدہ حیرت خانہ بیتابیٔ تقریر تھا

وہ مصور تھا کوئی یا آئینہ حسن شباب
جس نے صورت دیکھ لی اک پیکر تصویر تھا

امتیاز صید و صیاد الفت نہ تھا جس عہد میں
تیرے تیر ناز کا مرغ جاں نخچیر تھا

برق ہی سوزی تھی یا حسن روئے بے نقاب
دیکھنا اوس شوخ کا مرگ جوان و پیر تھا

ظاہر و مظہر اگر باہم نہیں تھے حسن و عشق
پھول رنگیں تو کیوں غنچہ کیوں دلگیر تھا

ناشگفتہ گلشن ہستی سے جو جاتا رہا
وہ دل پر آرزو یا غنچۂ تصویر تھا

کس طرح سمجھوں کہ عشق غیر کا تھا اعتبار
کب وہ میری طرح اس محفل میں بے توقیر تھا

بائے یوسف آتی دیوانہ کا اندر سے شوق
حلقۂ چشم تصور حلقۂ زنجیر تھا

حق تھا یا ناحق کہا تم نے ہوا بدنام میں
اب تو ثابت ہو گیا مقصود بے تقصیر تھا

سجدہ در جو تمہارا نہ میسر ہوتا
وہی ہم ہوتے وہی سر وہی پتھر ہوتا

خار خار غم الفت کی اگر حد ہوتی
روکش وادی مجنوں نہ مرا گھر ہوتا

ہجر کی رات بھی پہلو کو نہ خالی پایا
غم تمہارا دل عاشق میں نہ کیونکر ہوتا

بزم مے میں تو نکلتی کبھی بوسے کی ہوس
لب عاشق بھی الٰہی لب ساغر ہوتا

اور کر دیتی ہے بسمل نگہ لطف اوسکی
رحم آتا ہی کسی دن جو ستمگر ہوتا

دل ہی سینے میں نہیں کون کرے بیتابی
لاکھ صدمے دو مجھے میں نہیں مضطر ہوتا

پھر آ جاتی قیامت تو قیامت ہی تھی
دیکھ لینا تو کسیطرح میسر ہوتا

نہ تڑپتے کبھی اس ضعف میں ہم ذبح کے بعد
جو نکلتا ارادہ تمہارا تو خنجر ہوتا

عشق غارت ہو کہیں مار ہی ڈالا مجھ کو
نقد جاں دیکے تو اک بوسہ میسر ہوتا

دل میں وہ آئے مگر ناز نہ کر اے دلبر
یعنی آتے وہ عدو کا نہ اگر گھر ہوتا

شکل ابرو مہ نو میں وہ کہاں جوہر قتل
کیا فلک بھی میرے قاتل کے برابر ہوتا

چشمۂ خور میں نہ کیوں محو ہوا مثل حباب — ایک ذرہ نہ ترے حکم سے باہر ہوتا
تم لپٹ جاتے کبھی آکے مرے پہلو سے — تار شرمندہ نہ سینے سے نکل کر ہوتا
کوئی ہو آنکھ ملاتے ہوئے تھا کام تمام — مثل تار نگہ یار میں لاغر ہوتا
عرش پر سخت تو اثبات مکاں ہوتا ہے — کیا فلک بھی مرے سینے کے برابر ہوتا
چاہتا تھا کسی خوش چشم کو اے حسرت زخم — موئے مژگاں رگ جاں کے لیے نشتر ہوتا

مر گیا آسی دلگیر بھی انا للہ
مرض عشق سے کوئی بھی تو جانبر ہوتا

ہم تو ذرے تھے کدھر حکم قضا نے بھیجا — بارے اے بیت ترے کوچے میں خدا نے بھیجا
تیرے کوچے میں جسے ہو ہوس حور و قصور — کس جہنم میں اوسے حرص و ہوا نے بھیجا
شام سے تا بہ سحر دیکھے وہ ہی اوس در پر — مژدۂ حسن قبول اپنی دعا نے بھیجا
موقع کسب کمالات وہاں کسکو ملا — وہی اچھے جنہیں دنیا میں خدا نے بھیجا
خرقۂ فقر کے رتبے عرفا ~~سے پوچھ~~ جانتے ہیں — یہ وہ جامہ ہے جسے آل عبا نے بھیجا
عاقبت بیں وہ نہیں جنکے فلک پر ہیں دماغ — خاک میں ملنے کو دنیا میں خدا نے بھیجا

آسی نامہ سیہ لائق دوزخ بھی نہ تھا
خلد میں الفت شاہ شہدا نے بھیجا

غبار ہوکے بھی آسی پھرے گے آوارہ — جنون عشق سے ممکن نہیں ہے چھٹکارا
وہ تیغ حسن تو دشمن نہیں کسی کی مگر — جو آپ آکے گلا رکھے کوئی کیا چارا
وہ جلوہ شعلہ تو میں کاہ ناتواں ایسی — تجھے فراق نے مجھکو جمال نے مارا
ہزار گرم ہو خورشید روز حشر تو کیا — سما گیا ہو مگر دل میں کوئی مہ پارا
سلوک راہ وفا میں فنا کے طور ہیں اور — جو آپ مار کے تیشہ مرا تو جھک مارا
ہزار شوق یہاں اور آدھی جان نہیں — ہزار جان وہاں اور ایک نظارا

جفا نہ کم ہوا و دہر سے نہ آپ سیر ہو دل میں — بُرا ہے مشرب غم یہ مذاق ناکارہ
نہ پوچھو حالت دل اُس غریق حسرت کی — دکھائی دے جسے ایک ایک قطرے میں دہارا
نہ مستعد فنا ہو تو ذوق عشق غلط — کہ بہر جرم محبت ہے قتل کفارا
تمہاری دید قیامت نہیں تو پھر کیا ہے — کہ مجھکو روز جزا کا ہے آج نظارا
حقیقت دل بیتاب سوز غم میں نہ پوچھ — نظر پڑا ہے کہیں مجھکو آگ پر پارا
تعینات میں کیا اختلاف ہوتا ہے — وہ بدر عالم حسن اور آنکھ کا تارا
نہ آپ کم ہو تپ دل نہ تم علاج کرو — تڑپ تڑپ کے مرا اب مریض بیچارا
نہ کیوں ہو غلغلۂ غم محیط ملک وجود — کہ ڈاک سانس کی جاری ہے عشق ہرکارا
فراق یار کی طاقت نہیں وصال محال — کہ اونکے ہوتے ہوئے ہم ہوں یہ کہاں یارا

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ
تو شعر لغو ہے آسی کلام ناکارا

پسند آیا تو لیلو دل ہمارا — مگر دل پھر نہیں کس قابل ہمارا
نہیں ہوتا کہ بڑھ کر ہاتھ رکھدیں — تڑپتا دیکھتے ہیں دل ہمارا
جمال اونکا ہے آب زندگانی — مگر جینا کیا مشکل ہمارا
چھری ہی تیز ظالم نے نہ کرلی — بڑا بے رحم ہے قاتل ہمارا
تموج بحر غم کا اس میں دیکھو — حباب دل ہے دریا دل ہمارا
یہ گرمی آتش دوزخ میں کیسی — کہیں دل ڈالا ہوا شاید ہمارا
تکلم ہے سے یار بے دہن کا — نہ کیوں ہو مدعی قائل ہمارا
نہ آتا ہم تمہارا دیکھ لینگے — جو نکلا جذب دل کامل ہمارا
کبھی ڈھونڈا ہی تونے ہمکو اُس میں — دل ہر ذرہ ہے محمل ہمارا
دل گردوں سے لیکر تا دل دوست — گیا نالہ کئی منزل ہمارا

اگر قابو نہ تھا دل پر بُرا تھا — وہاں جاتا سر محفل ہمارا
نہ جاتا کچھ طرا نہ گنج اسرار — امانت دار تھا جاہل ہمارا
تامل ہے جو پاس آنے میں اُنکو — وہاں جانا ہی لا حاصل ہمارا

مطلع

کوئی ہے جو ہو حامل ہمارا — مگر ملنا ہوا مشکل ہمارا
محیط رنگ نیرنگ فنا ہیں — جمال دوست ہے ساحل ہمارا
بھلا وہ دشمن جاں دوست ہوگا — ہوا پیدا اب باطل ہمارا
چلا سفاک یہ جی میں نہ آیا حیف — تڑپتا ہے ابھی بسمل ہمارا
محیط جلوہٴ بیرنگ ہے دل — کہیں پیدا نہیں ساحل ہمارا
یہ حالت ہے تو شاید رحم آجائے — کوئی اوسکو دکھا دے دل ہمارا
دم نزع آنے کا وعدہ تو دیکھو — کہ اب مرنا بھی ہو مشکل ہمارا
اُنہیں کی چھیڑ تھی اس رنگ میں بھی — خیال غیر تھا باطل ہمارا
طلب اونکی پھریں ہم گرد اپنے — جنونِ عشق تھا کامل ہمارا
متاع گرمی بازار جاں ہے — وہ برق خرمن حاصل ہمارا
مزا ہر آن میں ہے شان نو کا — مگر جب دل نہو غافل ہمارا

وہ کاش اتنا قیامت میں تو پوچھیں
کہاں ہے آسی بیدل ہمارا

تورات جہاں جلوۂ کاشانۂ دل تھا — آج اوسکو جو دیکھا تو وہ دیوانۂ دل تھا
نقش دو جہاں گردش پیمانۂ دل تھا — کن روز ازل نعرۂ مستانۂ دل تھا
اے پیر مغاں خون کی بو ساغرے میں — توڑا جسے ساقی نے وہ پیمانۂ دل تھا
ذوق غم و اندوہِ محبت کے ہیں صدقے — جو داغ دیا تم نے وہ جانانۂ دل تھا

خوشبو وہی رنگت وہی مستی بہی اوسی کی
کعبے میں بہی وہ مئے میخانۂ دل تہا

اسرار ترے معدن انوار تہے جس میں
مسجد ہی نہ کعبہ وہ نہاں خانۂ دل تہا

ہر موج نفس سینے میں اک قلزم خوں ہے
کیا میرے تصور میں کچہ افسانۂ دل تہا

اسی نے بجز ترے جہاں کچہ بہی نہ دیکہا
وہ عالم ہو گوشۂ ویرانۂ دل تہا

جو پتہر آکے سر میں لگا لالہ گوں ہوا
ہر داغ گل فروش بہار جنوں ہوا

توبہ سے بڑہ کے ذوق لب بادہ گوں ہوا
مینائے مے میرے لئے مینای خوں ہوا

فرہاد میری راہ طلب کی صعوبتیں
ایک ایک سنگریزہ یہاں بے ستوں ہوا

افسوس نقش سجدہ ترے آستان کا
میں کیوں نہ جبہۂ سر گردوں دوں ہوا

میں اور زہر تلخی تقریر سیند گو
اے دوست تو ہی دشمن صبر و سکوں ہوا

رنگ شفق سے نوک مژہ کا مقابلہ
گویا کہ آسمان بہی دریائے خوں ہوا

بے قیدیاں بری تہیں تجہے لامکان کی
کیوں زیر بار منت سقف و ستوں ہوا

ناوک فگن کی چشم توجہ کہاں نصیب
سینے میں دل بہی حسرت صید زبوں ہوا

بے شبہ پائے بوس ترا فرض عین ہے
چرخ بریں اسی کے لئے سرنگوں ہوا

وصل ایک حور کا نہ میسر ہوا نصیب
گو یار قید الفت دنیائے دوں ہوا

اوس نے جو دل کو پہونک دیا اسنے عرش
نالا حریف طاقت سوز دروں ہوا

ممنون خاک سجدہ ہوں اے وعدہ گاہ دید
داغ جبین خضر کی طرح رہنموں ہوا

خالی ہو آپ سے تو ملے اذن خاک بوس
مجہکو تو خضر رہ قدح واژگوں ہوا

لاکہوں ہی آرزوئیں تہیں جو ذبح ہو گئیں
صبح شب وصال بڑا کشت و خوں ہوا

میں اور وصف چشم سخن گو نہ کر سکوں
اسد معجزہ بہی ہلاک فسوں ہوا

یوں دل سے گہر کو چہوڑتے ہوئے بہاگے جاتے ہو
کیا ظلم تیرا اے مرے صبر و سکوں ہوا

ذلت اگر دلیل کمالات عشق ہے
آسی سے بڑھ کے کون ذلیل و زبوں ہوا

غیر موسی کون ہمدم وادی ایمن میں تھا
جو رہ وہ بھی نشۂ صہبائے مرد افگن میں تھا

نالہ کش جسکے لیے ہر باغ ہر گلشن میں تھا
خوب جو دیکھا وہی گل میرے پیراہن میں تھا

جو نہ اٹھے آسمانوں سے اوٹھالیں ہم وہ بوجھ
کیا وہ قوت سر میں تھی کیا زور وہ گردن میں تھا

کون ہو منت کش تدبیرائے وقت شعور
کیا نہیں اب وہ جو ضامن رزق کا بچپن میں تھا

اس تمنا میں کہ شاید انکے دل تک راہ ہو
اس عداوت پر بھی میں برسوں دل دشمن میں تھا

قابل نذر تجلی جان و دل سب تھے یہاں
ہوس موسی کے سوا کیا وادی ایمن میں تھا

خون ناحق گردنوں پر کیوں لیا منصور کا
مدعی قول انا الحق کا رگ گردن میں تھا

ہائے وہ جلوہ وہ انداز ہجوم اہل دید
ایک موسی زار گویا دل کے ہر روزن میں تھا

وہ بھی نذر سینۂ غمناک بلبل کر دئے
چند چاکوں کے سوا کیا پھولوں کے دامن میں تھا

محو خط یار رشک حور سوز ہجر میں
سبزۂ گلزار جنت تھا مگر گلخن میں تھا

یارب انصاف ستم اونکا شب غم تھا ضرور
شور محشر نالہ ہائے آسمان افگن میں تھا

کس کے پیکان دل افزا کا سیا تھا اس نے زخم
جوش آب زندگانی چشمۂ سوزن میں تھا

دوست پر کس دوست نے کی ہوگی ناوک افگنی
ہم ہوا اے فتنہ گر دشمن ترے جیتوں میں تھا

سچ جو یہ شہرت نہ تھی آسی کہ مرنا ہے وصال
کیوں قرار آیا تجھے مدفن میں کیا مدفن میں تھا

بڑھ کے شہ رگ سے گلے ملنے کو وہ آمادہ تھا
ہائے اے وہم غلط اتبک میں دور افتادہ تھا

وہ دل سوزاں کے ٹکڑے آنسوؤں میں آ ہائے
صاف پلکوں پر گمان کاہ آتش دادہ تھا

حال دل کیا اوس سے کہتا دل ہی میں جسکا ہو گھر
گو نہ سودائی ہو عاشق پر بھی کتنا سادہ تھا

جائے مردم آنکھیں تھیں ادہر آپ تھے خلوت پسند
سینے میں کیا محبت تھی میں عاشق دل دادہ تھا

پامالِ حسرت واندوہ دیکھا عمر بھر
سینہ چاکی میں ترا عاشق بھی رشک جادہ تھا

توڑنا مینائے مے کا دل شکن کیونکر نہو
محتسب کو کیا ہوا تھا میں تو مست بادہ تھا

جو نہ سننے میں کبھی آئی میں کہتا تھا وہ بات
پھر عبث رشک زبان سوسن آزادہ تھا

دل کہاں تھا جذب دل پر میں جو کرتا اعتماد
میں تو اک دل سوختہ دل خستہ دل دادہ تھا

زاہد و واعظ جو آتے سب تکلف برطرف
خوب فرش بوریائے نقش موج بادہ تھا

تلخ کام ہجر کا کیا پوچھتے ہو حال اب
رات شاید زہر کھانے کے لئے آمادہ تھا

سجدۂ جوش ندامت بھی کرامت ہو گیا
موج آب گریۂ غم پر رواں سجادہ تھا

دل ترا صد پارہ کیوں اے شانۂ زلف صنم
میرے صدموں کا بھلا کیا میں تو دور افتادہ تھا

کیا سمجھ کر ہاتھ دوڑائی تھی ہم مستوں کی خاک
دور دامان قبا تھا وہ کہ دور بادہ تھا

رہ گذار صد امید و یاس تھا ہر چاک دل
داغ غم وہ دل میں تھا یا نقش پا جادہ تھا

سینۂ خالی حباب بحر دونوں ایک ہیں
دے کے دل پھر تھا عاشق نہ کب آمادہ تھا

یہ کیا تھا حال گل اوس گل کے سوز رشک نے
شبنم گلشن نہ تھی اشک بخاک افتادہ تھا

کوئی مصرع لاسکے مصرع پر اوسکے کیا مجال
سرو کے مانند آسی شاعر آزادہ تھا

صبح تک آج دھواں کوچۂ پیر میں تھا
آگ کا جزو مگر نالۂ شبگیر میں تھا

حسرت عاشق و امید عدو بسمل ہوں
کاٹ اتنا بھی نہ اونکے دم شمشیر میں تھا

دیکھنا جانب گردوں وہ ترے نالاں کا
ہائے کیا جوش اثر حسرت تاثیر میں تھا

غش میں اس طرح گریں حضرت موسی سے نبی
جلوہ طور ضرور آپکی تصویر میں تھا

دھوکے میں ابروے قاتل کے جھکا دی گردن
کعبے میں بھی وہی تھا جو خم شمشیر میں تھا

نالۂ عرش فگن کا بھی مزا اب چکھیے
کر چکا بس جو مزاج فلک پیر میں تھا

ہاں پھر لے واعظ مشفق میری تقصیر معاف
دھیان دورے کا رنگ و مزامیر میں تھا

اے لحد ہائے وہ بیتابیٔ شبہائے فراق
آج آرام سے سونا میری تقدیر میں تھا

بے قراری نے کئے تھے جگر و دل ناک جا
بہرہ ور دونوں ہوں کب حوصلۂ تیر میں تھا

سجن مومن کے یہ معنی تھے کہ تا قید حیات
پانوں زنجیر میں دل زلف گرہ گیر میں تھا

آرزو ہے لب سوفار گرہ تھی شاید
ایک غنچہ جبین حسرت نخچیر میں تھا

کیا خبر حال کی اپنے تجھے دیتا شب ہجر
اے صنم حال ہی کچھ عاشق دلگیر میں تھا

لالہ زار دل خوں گشتہ میرے عہد میں ہے
نجد کا بن جو کبھی قیس کی جاگیر میں تھا

قید میں جب نہ ہوئی دید تو ہو وعدہ خلاف
شور ہنگامۂ محشر میری زنجیر میں تھا

آئینہ خانے میں تھا عاشق لاغر تیرا
یا کوئی تار نگہ دیدۂ تصویر میں تھا

دے فشار لحد یاد ہم آغوشی یار
خواب آرام شب بھی میری تقدیر میں تھا

تا دم مرگ نہ آسی کو میسر ہو وصال
کیا یہی طالع بدبخت جواں میر میں تھا

اتنا تو جانتے ہیں کہ عاشق فنا ہوا
اور اس سے آگے بڑھ کے خدا جانے کیا ہوا

شان کرم تھی یہ بھی اگر وہ جدا ہوا
کیا محنت طلب میں نہ حاصل مزا ہوا

میں اور کوئے عشق میرے اور یہ نصیب
ذوق فنا خضر کی طرح رہنما ہوا

پہچانتا وہ اب نہیں دشمن کو دوست سے
کس قید سے اسیر محبت رہا ہوا

شایان در گذر ہے اگر اضطرار میں
جرم دراز دستی ذوق دعا ہوا

کیا کیا نہ اوس نے بوسے کئے مدعائے دل
لیکن لسبتداد سے دل بے مدعا ہوا

اپنا پتہ کسی سے نہ پوچھو بڑھے چلو
فتنہ کسی گلی میں تو ہوگا اوٹھا ہوا

گرد یوں سے خیال نے گلشن بنا دیا
سینہ کبھی مدینہ کبھی کربلا ہوا

پیچیدہ تھی جو سر سے ہوا رضائے دوست
آسی مرید سلسلہ مرتضےٰ ہوا

کسی میں جو کوئی فنا ہو گیا
نہ کچھ پوچھ آسی وہ کیا ہو گیا

پلائی ہے ساقی نے کیسی شراب
کہ جو رند تھا پارسا ہو گیا

کسیکے نکالے نکلتا نہیں
عدو بھی مرا مدعا ہو گیا

دل پر ہوس مرغ نکہت کی طرح
اسیر کمند ہوا ہو گیا

جب اوس کوچے میں جا کر رہا تھا میں
جو چاہا کیا جو کہا ہو گیا

اوڑایا ہے کس گل سے رنگ چمن
کہ ہر نخل گلگوں قبا ہو گیا

انا الحق بھلا قول منصور تھا
بتاؤ تو بندا خدا ہو گیا

ایضاً

پوچھتے ہو کہ سرّ وحدت کیا
ماسوا کی بھلا حقیقت کیا

ہم نہیں جانتے قیامت کیا
آج اگر تم ملو قباحت کیا

واعظو اوسکو دیکھ لو پہلے
پھر کہو حور کیا ہے جنت کیا

نہ گرے اوس نگاہ سے کوئی
اور افتاد کیا مصیبت کیا

نقد ہستی نثار یار کرے
یہ نہیں ہے تو پھر محبت کیا

عاشقی میں ہے محویت درکار
راحت وصل و رنج فرقت کیا

جن میں چرچا نہ کچھ تمہارا ہو
ایسے احباب ایسی صحبت کیا

اوس سے مل جو ہمیشہ ساتھ رہے
بے وفاؤں سے لطف صحبت کیا

باغ رضواں بھی باغ ہے آخر
سیر گل کے لئے ریاضت کیا

ملنے والوں سے راہ پیدا کر
اوسکے ملنے کی اور صورت کیا

بس تمہاری طرف سے جو کچھ ہو
میری سعی اور میری ہمت کیا

اوسکے حقدار ہم شرابی ہے
اہل تقوے و ابر رحمت کیا

جاتے ہو جاؤ ہم بھی رخصت ہیں
ہجر میں زندگی کی مدت کیا

گوشہ گیری حدیث نفس کے ساتھ
دل ہی مجمع میں ہے تو عزلت کیا

کوئی تیرے سوا کہیں سے ہی
بدگمانی کی مجھ سے علت کیا
یوں ملوں تم سے میں کہ میں ہی ہوں
دوسرا جب ہوا تو خلوت کیا
اور ہمت بلند کر اے شیخ
طمع و خوف کی عبادت کیا

آسی مست کا کلام سنو
وعظ کیا پند کیا نصیحت کیا

میں جو الزام محبت میں گرفتار ہوا
قیدی سلسلۂ حیدر کرار ہوا
سوئے جنت مجھے اس کوچہ سے کیوں لیجاتے
جان دی آپ برای جان گنہگار ہوا
آپ بھیجا مجھے اور آپ بلایا اوس نے
بار احسان سے کسی کے نہ گرانبار رہا
جز فنا راہ رہائی نہ اوس سے ہاتھ آئی
جو ترے دام محبت میں گرفتار رہا
میں نہ کیوں محشر دیدار کو مقتل سمجھوں
کشتۂ تیغ ادائے نگہ یار ہوا
ہمت اوسکی ہے دل اوسکا ہے جگر اوسکا ہے
جان کو بیچ کے تیرا جو خریدار رہا

بک گئے روز ازل پیر خرابات کے ہاتھ
ہم ہوئے تم ہوئے یا آسی میخوار ہوا

بدرقہ راہ طلب میں نہیں ہمت کے سوا
راہبر کوئی نہیں جوش محبت کے سوا
اور کیا چاہتی ہے آرزوی دل اون سے
کچھ نہیں حسن کی سرکار میں حسرت کے سوا
نظر و ناظر و منظور نہ جب ایک ہوئے
کیا ملا روز قیامت میں ندامت کے سوا
کچھ خبر کوچۂ جاناں کی بھی ہے اے واعظ
عشق بازوں کی ہے جنت تری جنت کے سوا
تابع خواہش محبوب ہو خواہش جسکی
رنج پاہیں اوسکے نہ آئے کبھی راحت کے سوا
حسن صورت کے لئے خوبی سیرت ہے ضرور
گل وہی جس میں کہ خوشبو بھی ہو رنگت کے سوا

پوچھتے ہو شہ جیلاں کے فضائل آسی
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

فرد

پرتو عارض سے دریا نور کا
زلف صحراے سکندر پور کا

دیگر

دل جو امڈا پھوٹ نکلے ہرن مو سے سرشک
پیکر خاکی میں عالم تھا سبوئے خام کا

یار ہے دل تنگ، یا دل چاک یا پژمردہ دل
صورت گل منہ نہ دیکھا عمر بھر آرام کا

فرد

زینت مسجد دعا ہم دسوختہ جانونکی ہے
دود دل ہوتا ہے وسمہ ابروئے محراب کو

فرد

قصر دل میں جب کسی دن آپکا آنا ہوا
یہ ہوئی رفعت کہ بام عرش تہ خانا ہوا

ایضاً

پیش نظر ہیں گل رخسار مصطفاؐ
نالاں نہ کیوں ہو بلبل گلزار مصطفاؐ

یوسف سے سیکڑوں ہیں خریدار مصطفاؐ
مثل مسیح لاکھوں ہیں بیمار مصطفاؐ

موسی کی طرح عشق ہیں خریدار مصطفاؐ
ہے برق طور گرمی بازار مصطفاؐ

دیکھا خدا کے پردے میں موسیٰ نے طور پر
لمعان برق جلوۂ رخسار مصطفاؐ

جو شے تری نگاہ سے گزرے درود پڑھ
ہر جزو وکل ہے مظہر انوار مصطفاؐ

جو حامل حدیث ہوا جبرئیل سے
گویا خدا کی بات ہے گفتار مصطفاؐ

پھر ہمسری کسی کی کہاں اب خوش آتی ہے
اپنا ظہور خاص ہے اظہار مصطفاؐ

اپنی نظر میں آپ در آدں محال ہے
گھیرے ہوئے ہیں جلوۂ انوار مصطفاؐ

کیا سر بلند آپ کو اللہ نے کیا
ہے نور غیب طرۂ دستار مصطفاؐ

پونجی تو غیر نقد گنہ ہاتھ میں نہیں
بازار حشر میں ہوں خریدار مصطفاؐ

اے دل تو فرش رہ ہو کہ آخر خیال نے
کھینچی شبیہ جلوۂ رفتار مصطفاؐ

جل بھن کے خاک ہو مرے دل سے ہوا غیر
اے آبروے شعلہ رخسار مصطفاؐ

سینا نہیں مدینہ ہے آنکھیں اگر کھلیں
دل میں ترے ہے جلوۂ دیدار مصطفاؐ

تاریکی لحد سے دہلتے تھے عمر بھر — ہر گوشۂ لحد میں ہیں انوار مصطفاؐ

حال درون پردہ زندان ست پرس — ہیں اہل محمدؐ حافظ اسرار مصطفاؐ

اکثر زبان حال سے نرگس کے یہ سنا — اچھے وہی ہیں جو کہ ہیں بیمار مصطفاؐ

ممکن نہیں کہ شاہد وحدت ہو جلوہ گر — جب آنکھوں پر ہو پردۂ انکار مصطفاؐ

قابل درود پڑھنے کے ہیں اوسکے چہچہے
آسیؔ ہے بلبل گل رخسار مصطفاؐ

اہل ہمت کا کبھی بیجا نہ دیکھا اضطراب — عین مستی ہے برائے موج دریا اضطراب

ناصح اندھا ہے جو سمجھا ہے ہمارا اضطراب — صورت امواج میں کرتا ہی دریا اضطراب

مر گئے پر جو فنا ہو جائے وہ کیا اضطراب — سیکھ جائے آپکے کشتے سے پارا اضطراب

کیا ہماری خاک سمجھا یا کہ کوچہ آپکا — خاک اوڑانے میں جو کرتا ہے بگولا اضطراب

تیرے روکے ہم کہیں رکتے ہیں واعظ تو سہی — جب کرے بہر طواف یار کعبا اضطراب

بعد مردن ہو تو ہو اے پند گو یہ تجربہ — عشق بازوں کو سکون اچھا کہ اچھا اضطراب

کیا ہمیں چلنا نہیں ہے جانب ملک عدم — دم تو لے اے شرار جستہ اتنا اضطراب

حشر کا میدان اور اوس میں دل دیدار جو — وہ سراسر فتنہ یارب یہ سراپا اضطراب

طائر جاں کو نکلنے دے قفس سے صبر کر — دیکھنا ہو جائیگا اک روز عنقا اضطراب

ایسی حالت یا الٰہی اور میں مرتا نہیں — جاں فزا ہے درد دل یا روح افزا اضطراب

مثل سیماب آگیا آخر میں کشتن قرار — آرزوے قتل ہی میں تھا وہ سارا اضطراب

سانس لینا مشکل اور اوسپر تڑپنا لوٹنا — ہائے یہ بے طاقتی اور اس طرح کا اضطراب

گریۂ وقت دعا بیتابی حسن قبول — جیسے پانی دیکھکر کرتا ہے پیاسا اضطراب

واہ واہ حسن مذاق تلخ کام عشق واہ — لذت افزا زار نالی راحت افزا اضطراب

جوش ناز جلوہ برق خرمن صبر و قرار — ذرے کو ہوتا ہے پیش مہر کیا کیا اضطراب

اضطراب کلفت ناکامئے دل آرزو
موجۂ طوفان زہرآب تمنا اضطراب

کیا امید زندگی اب آسی بیتاب کی
جانگسل آزار الفت روح فرسا اضطراب

رات ہے رات تو ہیں خوش اوقات کی رات
گریۂ شوق کی یا ذوق مناجات کی رات

ہم گدایان در پیرخرابات کی رات
ہے شب قدر سے دعوائے مساوات کی رات

گریۂ غم ہے کہ ساون کی جھڑی تا دم صبح
کوئی موسم ہو یہاں رہتی ہے برسات کی رات

رات دن ہوتی ہے اللہ رے تیری قدرت
عید کا روز ہے یارونکی ملاقات کی رات

شب دیجور ہے یا ظلمت ایام فراق
کیا لکھی تھی میری تقدیر میں دنرات کی رات

سخت دشوار تھی معشوق سے عاشق کی شناخت
وصل کی رات نہ تھی تھی وہ طلسمات کی رات

رات خاک کف پا اوسکے سگ در کی ملی
اور کیا اس سے سوا ہوگی مباہات کی رات

بُعد تھا قرب جدائی تھی اگر عین وصال
یاد ہے اے کشش دل وہ کرامات کی رات

وقت ہو قت کے جھگڑے ہیں وجود اور عدم
دن ستاروں کی نمائش ہو ذرات کی رات

کچھ ہمیں سمجھینگے یا روز قیامت والے
جسطرح کٹتی ہے امید ملاقات کی رات

پھر نہ سجدے سے اٹھے کرکے شب وصل کی قدر
کہ شب قدر تھی طاعات وعبادات کی رات

رات ساتھ آئیگی آنے دو جو وہ دنکو بھی آئیں
زلف کی زلف ہے وہ زلف سیہ رات کی رات

تندی بادۂ جلوہ میں ہے روز محشر
ہم گدایان در پیرخرابات کی رات

اب تو پھولے نہ سمائینگے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اُس گل کی ملاقات کی رات

وفا دشمن ہو تم یا ہو جفا دوست
بہر صورت مجھے رہنا رضا دوست

کوئی دشمن ہو آسی یا مرا دوست
میں سب کا دوست کیا دشمن ہو کیا دوست

جگر دل دونوں زخمی مرلقا دوست
نہیں کھلتا کہ وہ دشمن ہے یا دوست

ترقی و تنزل کی نہ پوچھو
میں دشمن ہو گیا دشمن ہوا دوست

مرا سینہ حریف طور سینا
میرا دل جلوۂ برق فنا دوست

مجھے نیرنگ دل نے مار ڈالا
یہ دشمن کا ہے دشمن دوست کا دوست

خدائی چاہتی ہے ہم خدا ہوں
کوئی ہو گا نہ ہو گا جو بقا دوست

فریب عالم صورت سے بچنا
نہیں کوئی کسی کا جز خدا دوست

نشان ہستی عاشق نہ رکھا
اگر دشمن ہے دشمن ہے سوا دوست

فقیروں کا بنا لو بھیس آسی
وہ شاہنشاہ خوباں ہے گدا دوست

دعا میں رات آسی کو بھی پایا
نہیں کوئی نہ ہو جو مدعا دوست

سر میں سودا ہے تو سودائی محمد ارشد
دل جو شیدا ہے تو شیدائے محمد ارشد

کچھ نہ پوچھو مجھے کس دشت میں کس صحرا میں
لئے پھرتی ہے تمنائے محمد ارشد

سیر اقطار حقیقت کے لئے سالک کو
نادرہ نقد تولائے محمد ارشد

ناخن پائے مبارک سے سر اقدس تک
جلوۂ حق ہے سراپائے محمد ارشد

ماہ و خورشید و کواکب کو سمجھتے کیا ہو
ہیں یہ سب فیض تجلائے محمد ارشد

دل کو کر دیتی ہے مرآت جمال ازلی
نگہ لطف دل آرائے محمد ارشد

مشعل راہ ہدایت ہے اگر ہاتھ آجائے
ذرۂ خاک کف پائے محمد ارشد

ہائے رے ہائے وہ الطاف و عنایات کی رات
اے میں قربان کرم ہائے محمد ارشد

آنکھیں لڑتی ہی نہ تمہاری ہوتی ای شمس و قمر
دیکھو نور رخ زیبائے محمد ارشد

کھینچی ہے عالم بالا میں بھی طوبے نے کہیں
صورت قامت رعنائے محمد ارشد

کر دیا دولت کونین سے آسی کو غنی
واہ رے گنج تولائے محمد ارشد

وہاں پہونچکے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

شب وصال بیان غم جدائی کیا
فضول ہے گلہ زخم التیام کے بعد

وہاں بھی وعدۂ دیدار اس طرح ٹالا
کہ خاص لوگ طلب ہونگے بار عام کے بعد

گناہ گار کی سن لو تو صاف صاف یہ ہے
کہ لطف و رحم و کرم کیا پھر انتقام کے بعد

طلب تمام ہو مطلوب کی اگر حد ہو
لگا ہوا ہے یہاں کوچ ہر مقام کے بعد

وہ خط وہ چہرہ وہ زلف سیاہ تو دیکھو
کہ شام صبح کے بعد آئی صبح شام کے بعد

پیام بر کو روانہ کیا تو رشک آیا
نہ ہمکلام ہوا اوس سے مرے کلام کے بعد

ابھی تو دیکھتے ہیں ظرف بادہ خواروں کا
صبو و خم کی بھی پڑگی دور جام کے بعد

الٰہی آسی بیتاب کس سے چھوٹا ہے
کہ خط میں روز قیامت لکھا ہے نام کے بعد

کہاں گلشن کہاں روئے محمدؐ
کہاں سنبل کہاں موئے محمدؐ

ہے عالم آہن و آہن ربا کا
کھنچا جاتا ہے دل سوئے محمدؐ

نہ چھانی منزلت خاک ابھی کسی نے
ہے دل ہی میں رہ کوئے محمدؐ

ہے کیا رحم و کرم بندہ نواز اونکا
خدا سے ملتی ہے خوئے محمدؐ

دل صد چاک میں مانند شانہ
رچی ہے بوئے گیسوئے محمدؐ

دم جاں بخش اعجاز مسیحا
نسیم گلشن کوئے محمدؐ

حیات جاوداں پاتا ہے آسی
قتیل تیغ ابروئے محمدؐ

وہ کون حسرت تھی دل میں آسی کہ وقت صد پیچ و تاب ہوکر
جب آنکھوں تک جوش کھا کے آئی ٹپک پڑی خون ناب ہوکر

بلندی اوسکی اوسی کی پستی ہر ایک شے میں اوسی کی ہستی

عروج اوسی کا رسول ہوکر نزول اوسی کا کتاب ہوکر

ہنوز پردے میں تم ہو لیکن ہزاروں فتنے اوٹھا دئے ہیں
مگر قیامت کروگے برپا جو نکلوگے بے حجاب ہوکر

شگوفہ تہا دلکی بیکلی کا لطیفہ تہا بس وہ عاشقی کا
ادہرسے نکلا سوال ہوکر اودہرسے آیا جواب ہوکر

نعیم کیسی کرشمے سارے یہ حسن کے ہیں
کسیکو لوٹا ثواب ہوکر کسی کو مارا عذاب ہوکر

وہ حسن جسپر نظر نہ ٹہرے بہار اوسکی دکھا رہی ہے
کہیں صباحت نقاب ہوکر کہیں ملاحت حجاب ہوکر

خبر جو محشر میں بہیڑ کی ہے وہ حسرتوں کا ہجوم ہوگا
وہ داغ ہوگا کسیکے دل کا جو چمکیگا آفتاب ہوکر

شناخت اوسکی ہو سہل کیونکر کہ جب نہ تب ہیں اک نیا ہے
وہ دنکو خورشید ہوکے نکلے تو راتکو ماہتاب ہوکر

میں دل سے اوس شیخ کا ہوں قایل مجھے جو میکدے میں پڑہی تہجد
لگائے مسجد میں نعرے ہو حق کے محو دور شراب ہوکر

فراق میں اس قدر نہ تڑپو ابہی تمہیں کچھ خبر نہیں ہے
بڑہے گی کچھہ اور بیقراری وصال میں کامیاب ہوکر

نہ کر تو اتنی مذمت اسکی بہشت کی چیز ہے یہہ واعظ
یہہ ملکہ ہے جوش بحر رحمت اگرچہ آیا شراب ہوکر

بچھا کے دام فریب پیری کسیکو بے ذوق کردیا ہے
کسیکو بلبل بنا لیا ہے بہار باغ شباب ہوکر

وہ جسم تہا یا کوئی گل تر شمیم جسکی وہ روح پرور
جدہر سے گذرے بسا وہ رستا بہا پسینا گلاب ہوکر

نگاہ ہے برچھی نہیں ہے اونکی کہ غمزہ اُنکا نہیں ہی خنجر
کریں گے اقرار خون آسی کبہی تو وہ لاجواب ہوکر

پڑا جو بخیہ صیاد جسم لاغر پر
تو ہڈیاں ہوئیں باہر بدن کے اندر پر

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کرے وہ نشان قدم تو بہتر پر

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹہرتی نہیں عارض منور پر

کسی نے لی رہ کعبہ کوئی گیا سوے دیر
پڑے رہے ترے بندے مگر ترے در پر

گناہگار ہوں میں واعظو تمہیں کیا فکر
میرا معاملہ چھوڑو شفیع محشر پر

اون ابرؤوں سے کہو تشنی میں جان بہی ہی
اسی کے واسطے خنجر کھینچا ہے خنجر پر

پلادے آج کہ مرتے ہیں رند اے ساقی
ضرور کیا کہ یہ جلسہ ہو آب کوثر پر

صلاحیت بہی تو پیدا کر اے دل مضطر
پڑا ہے نقش کف پاے یار پہتر پر

وفور جوش ضیا اور اون کے دانتو نکا
حباب گنبد گردوں ہے آب گوہر پر

اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو
نثار ہو کے مرو تربت پیمبر پر

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر
اوتر پڑا ہے مدینے میں مصطفا ہوکر

کیا جو عشق نے کاہیدہ مثل کاہ مجھے
کشش کسی کی اوڑا لیگئی ہوا ہوکر

قرار جز دل عاشق کجا حسیناں را
وہ آخر آئے میرے دلمیں جا بجا ہوکر

نہ پوچھو تندی و تیزی مے محبت کی
جسے یہہ نشہ چڑہا رہگیا فنا ہوکر

میرا سفینہ تلاطم میں بحر عشق کے ہے
مزا تو جب ہے خدا آئے نا خدا ہوکر

بجز تمہارے کسی کا وجود ہو یہ محال
مگر تمہیں نظر آتے ہو ما سوا ہوکر

نثار کیوں نہ کریں جان اوسپر آسی
فلک سے جا کے لگے جسکی خاک پا ہوکر

کیا مجھ سے طلب کرے یہ جاں سوز
بس ایک نگاہ دو جہاں سوز

شعلہ بھی ہے کیا شبیہ مجھ سے
ظاہر باطن نہاں عیاں سوز

وہ حال تپ فراق پوچھیں
جانا کہ یہ ذکر ہے زباں سوز

کچھ سوز دروں کی انتہا ہے
اک آہ ضعیف مغز جاں سوز

ہم اور خموش اے قیامت
گرمی جلوے کی ہے فغاں سوز

کس دشت میں عشق نے تھکایا
ہر رنگ رواں ہے کارواں سوز

ہر داغ جگر ہے غیرت گل
ہر آتش گل ہے گلستاں سوز

بلبل سے ہے کہ آسمان اندوہ
نالہ ہے کہ برق آشیاں سوز

خود شعلہ سے ہے ساز سوز شعلہ
کیوں جوش فغاں نہو فغاں سوز

سرجوش شراب ناب غم تھا
یا آتش تند خانماں سوز

ساقی کی نگاہ مست تھی وہ
یا بادۂ تند استخواں سوز

بے پردہ ہے عرش کا نظارا
ہر نالہ دل ہے آسماں سوز

اوس خلوت راز کے طلسمات
جو راز کھلا وہ رازداں سوز

وہ جان نزار آسی زار
وہ تاب گداز غم تواں سوز

گل باغ میں زرریز ہیں شبنم ہے گہر ریز
اک ہم ہیں کہ دن رات رہے لخت جگر ریز

جز اسکے کہ آنکھیں ہوں کبھی لخت جگر ریز
دیکھا ہی نہیں نخل محبت کو ثمر ریز

بس بس مرے آگے نہ کرے مرغ سحر ریز
تیرا بھی کبھی نالہ ہوا کوئی شرر ریز

اوس رشک چمن ترک کے صحبت کی یہ تاثیر
بلبل کی طرح کرتے ہیں گلہائے سحر ریز

کیا جانئے سینے میں کہاں آگ لگی ہے / آہیں ہیں دہواں دہار تو نالے شرر ریز
کیوں عاشق گریاں سے ملاتے نہیں آنکھیں / دیکھو یہہ وہ آنکھیں ہیں کہ رہتی ہیں گہر ریز
شیرینی لعل لبجاناں سے ہے ظاہر / طوطی خط سبز حسیناں ہے شکر ریز
موقع ہے یہی تجھسے اوڑا کیوں نہیں جاتا / کیا ہجر ہے اے طائر جاں موسم پر ریز
یہ شام شب وصل ہے دہوکے میں نہ آنا / آسی رُخ محبوب ہے خود نور سحر ریز

حسن کی کم نہ ہوئی گرمی بازار ہنوز / نقد جاں تک لئے پہرتے ہیں خریدار ہنوز
طائر جان قفس تن سے تو چہوٹا لیکن / دام گیسو میں کسی کے ہے گرفتار ہنوز
ساتہہ چہوڑا سفر ملک عدم میں سب نے / ساتہہ لپٹی ہی رہی حسرت دیدار ہنوز
میں بہی تہا روز ازل صحبتئے بزم الست / بہولتی ہی نہیں وہ لذت گفتار ہنوز
اپنے عیسیٰ نفسی کی بہی تو کچہ شرم کرو / چشم بیمار کے بیمار ہیں بیمار ہنوز
کیا خراباتیوں کو حضرت آسی نہ ملے / کہ سلامت ہے وہی جبہ و دستار ہنوز

ایک عالم ہے کہ مقتل میں ہے قاتل کی طرف / دہار خنجر کی فقط عاشق بیدل کیطرف
اوس سے مانگا بہی اگر کچہ تو اوسیکو مانگا / دیکہنا حوصلۂ و ہمت سائل کی طرف
مستئ نعرہ ہو حق ہی کہیں وعظ میں ہے / چہوڑ کر حق کو عبث جاتے ہیں باطل کیطرف
زور ہے جوش طلب کا کہ اوسی کی ہے کشش / خود بخود پاؤں اوٹہے جاتے ہیں منزل کیطرف
ترک دنیا تو ہے دنیا طلبی سے آسان / چہوڑ کر سہل عبث جاتے ہیں مشکل کیطرف
نسبت شرک بجز ہمت بیجا کیا ہے / دل ہے جب اوسکی طرف رخ ہے وسائل کیطرف
ہائے تم نالۂ پر درد ہمارا نہ سنو / گوش گل ہے ہمہ تن شور عنادل کیطرف
کون اوس گہاٹ سے اوترا کہ جناب آسی / بوسہ لینے کو جہکے ہیں لب ساحل کی طرف

لب بلب ہے آج تجھسے تیرے مستانے کی خاک
خوب پہچان اے بت مہ نوش پیمانے کی خاک

حشر و نشر حسرت و اندوہ دیکھا رات دن
کیا قیامت خیز نکلی تیرے دیوانے کی خاک

بے سبب اڑتا نہیں اسکا بیاں صہبا کشو
قالب خم میں مگر ڈالی تہی مے خانے کی خاک

اک ذرا دامن اٹھائے اے نگار شمع رو
شعلہ زار سوز غم ہے تیرے پروانے کی خاک

وہ تو کیوں آنے لگے پر کیا سبب ای بیخودی
گردۂ باغ ارم ہے میری ویرانے کی خاک

گردش صد جام وحشت ایک اک ذرے میں ہے
بزم صہبائے جنوں ہے تیرے دیوانے کی خاک

ایکہ گوئی تابش ہر ذرہ از تاب خور است
مطلع نور خدا ہے ہر صنم خانے کی خاک

ہائے اُن قسمت زدوں کے سینہ و قلب و جگر
جنکے قالب میں پڑی ہے میرے غمخانے کی خاک

ذوق اہل سکر و زہد خشک ایدل ہائے ہائے
صرف جام بادہ کر سبحے کے ہر دانے کی خاک

تیرے ہی جلوے ہیں جب توڑا بت پندار کو
لاکھ کعبے کا ہیولا ہے بتخانے کی خاک

ایک اک ذرہ ہے فرد دفتر صد سوز غم
داستاں سنج دل عاشق ہے پروانے کی خاک

تا سحر وہ بھی نچھوڑی تو نے او باد صبا
یادگار رونق محفل تہی پروانے کی خاک

بوالہوس تجھکو اگر ہے گنج مخفی کی تلاش
چھانتی ہے مثل آسی دل کے ویرانے کی خاک

سن لے میری اے خدائے غوث پاک
تا بہ کے تڑپوں پرائے غوث پاک

دل ہے اے آسی فدائے غوث پاک
جان شیدا مبتلائے غوث پاک

جانئے اوسکو ولی اللہ کا
جسکے دلمیں ہو ولائے غوث پاک

گردنیں ہوں اولیا کی زیر پا
کون ایسا ہے سوائے غوث پاک

نور چشم مصطفٰے و مرتضٰے
نور حسن دلکشائے غوث پاک

دیکھئے شان علوئے مرتبت
عرش ہے دولت سرائے غوث پاک

کیوں رہے یہ کعبۂ دل بے غلاف
ہاتھ اگر آئے ردائے غوث پاک

زیر فرماں ہیں زمین و آسماں	رشک سلطاں ہے گداے غوث پاک

روز محشر آسی بیچارہ کو
بخشنا یارب براے غوث پاک

بلبل تو غش میں دیکھ کے بے پردہ روے گل	گلچین سیاہ مست چڑھا کر سبوے گل
بلبل بھی ہوتی آئینۂ حسن روے گل	کرتی جو رنگ گل کی طرح جستجوے گل
ڈالا شگاف غم نے دل عندلیب میں	لو کھل گیا در قفس آرزوے گل
وسعت ہے ذوق مستی بلبل کے واسطے	لبریز رنگ بادہ سے ہے چارسوے گل
لڑوا وُگے کبھی نہ کبھی عندلیب سے	گالوں میں رنگ گل ہے تو بالوں میں بوے گل
میں اور نالہاے جگر دوز آسماں	چوگاں آہ بلبل شیدا او گوے گل
سمجھو ہمارے عشق کی حد اپنے حسن سے	آئینہ دار حالت بلبل ہے روے گل
بلبل کو حوصلہ چمن کوے یار کا	کیا ہوش اوسکے جاتے رہے روبروے گل
بازار و کنج خلوت عصمت خدا کی شان	آخر شراب حسن نے توڑا وضوے گل
پردا اوٹھادے روے حقیقت سے اے صبا	ہر گل ہو بلبل چمن رنگ و بوے گل
بلبل کے عشق میں ہو اگر کیف معرفت	میناے سرو میں ہے شراب سبوے گل
اوسکے سوا تو قابل الفت کوئی نہیں	بلبل نے کر دیا مجھے مشتاق روے گل
جز عشق کس میں قوت ادراک ناز حسن	بلبل کے اشک غم سے بڑھی آبروے گل
میں جانتا ہوں جذب محبت کے معجزے	اے عندلیب غنچہ منقار و بوے گل

اوس غیرت بہار نے عزم چمن کیا
آسی نظر پڑی کسی کی بھی سوے گل

ساتوں فلک ہیں نقطۂ ناف فضاے دل	یعنی نگاہ ہو تو نہیں کچھ وراے گلی دل
دل جس سے لگ گیا وہی نکلا بجاے دل	یا یوں کہو کہ کچھ بھی نہیں ہے سواے دل

کچہہ ضعف ہے کہ پست ہوئے نالہائے دل
یا چوٹ کہاکے بہوش گیا ہے درائے دل

سوگند بیدلوں کی تجہے اے فدائے دل
دینا ہو کچہہ مجہے تو نہ دنیا سوائے دل

انسان کے لئے نہیں دولت سوائے دل
در در بپہرو جہان میں ہوکر گدائے دل

کیا جانو قیمت گہر بے بہائے دل
در در بپہرو جہان میں ہوکر گدائے دل

اے تیغ بے گنہ کش ابروے دل رُبا
ناخن ترا ہے عقدۂ مشکلکشائے دل

دل ملگیا تو سلطنت دو جہاں ملی
در در بپہرو جہان میں ہوکر گدائے دل

کچہہ بہی نہ آرزو ہو یہ ہے دل کی آرزو
کوئی نہ مدعا ہو یہ ہے مدعائے دل

عیسیٰ وہی جو زندہ کرے دل مرا ہوا
بس خضر وہ اودہر کو جو ہو رہنمائے دل

دلبر کسیکو سمجہے تہے دشمن کسیکو ہم
دیکہا جو غور سے تو نہ تہا کچہ سوائے دل

کشورکشا وہی جسے ہو فتح دل نصیب
شاہی اوسیکی جو کہ ہو فرماں روائے دل

دلبر سے ملنے کی جو ہوس ہی تو دلکو ڈہونڈہ
راہ وصال یار ہے ذوق لقائے دل

تم اور دل میں اب تو کہوں گا پکار کر
دلکی نہ ابتدا ہے نہ ہے انتہائے دل

مانگوں جو میں بہشت تو دوزخ نصیب ہو
تیرے سوا ہو کچہہ بہی اگر مدعائے دل

رہتا ہوں تیرے دل میں یہ دعویٰ ہے آپکا
فرمائیے تو کیا ہے میرا مدعائے دل

دل تہا وہ جسنے کہودکے پہینکا پہاڑ کو
جاں اپنی کوہکن کی طرح کر فدائے دل

رہتے ہو دل میں واقف اسرار دل ہو تم
پورا کرو بغیر کہے مدعائے دل

بیتابئ فراق میں تا اوج بام چرخ
دیکہا جو غور سے تو نہ تہا کچہ سوائے دل

توحید مدعا و رہ عشق واہ وا
دونوں ہیں ایک آئے کسی پر کہ جائے دل

صدقے میں زور بازوے اطہر کے یا علی
آسی کو اپنے کیجئے خیبر کشائے دل

اے سر تخلیق آدم صلی اللہ علیہ وسلم
اے نور خلاق عالم صلی اللہ علیک وسلم

اے میرے زخم جگر کے مرہم صلی اللہ علیک وسلم
اے میرے رشک عیسی مریم صلی اللہ علیک وسلم

آپ ہوئے مکے میں پیدا دین حق نے جلوہ پایا
ہوگئے نسخ ادیان مقدم صلی اللہ علیک وسلم

کعبہ مجھے ہے زاہد کا قبلہ میں تو ہوں تیرا عاشق شیدا
قبلہ میرا ترے ابروی پرخم صلی اللہ علیک وسلم

آپ ہوے ناسوت میں پیدا دیکھ لیا لاہوتی جلوہ
جلوہ حق ہے ذات اکرم صلی اللہ علیک وسلم

فرش سے تا سر عرش اعظم نورانی ہے سارا عالم
پیدا اسے کیا نور مقدم
~~متفقوں سے ملک بیٹھے برتم~~ صلی اللہ علیک وسلم
قدسیوں سے ملکر دیدۂ پرنم

اے مرے مولا اے میرے آقا مرتا ہے اب آسی شیدا
~~پہلا ہے کیا نور مقدم~~ صلے اللہ علیک وسلم

ہتا نہیں کچھ بھی نشان عالم آپ تھے جب سلطان عالم
صدقے آپکے جان عالم صلی اللہ علیک وسلم

فضل الہی سے ہے اسدم وقت حضور سرور عالم
کہتے جاؤ یارو ہیہم صلے اللہ علیک وسلم

ظاہر میں تو ہیں مگر نہیں ہم
دریائے رواں ہوں کہیں ہم

اے روے سیاہ دیکھ مرکر
کالا نہ کریں دل زمیں ہم

دشمن سے بھی ہوے دوست آئی
کس سے رکھینگے بغض و کیں ہم

بجھم تھے ہلال بدر ہو رب
ہر سمت نظر پڑے ہمیں ہم

اوسکا بھی تو اب پتا نہیں ہے
لائے تھے یہاں دل حزیں ہم

اللہ رے نور سجدۂ شوق
مہ رو تم ہو تو مہ جبیں ہم

عاشق سے تو رنگ رخ نہ سنبھلا
اونکو دعوے کہ نازنیں ہم

کہتے ہیں کہ ہمکو کس نے ڈھونڈھا
جو ڈھونڈھے جہاں ملیں وہیں ہم

باتوں کی ہوس ہیں واعظو تم
جاں دادہ لعل شکریں ہم

آباد کرو بھی خانۂ دل
اچھا نہیں تم کہیں کہیں ہم

بتخانہ و کعبہ کچھ نہ جانا
کیا جانیں خلاف کفر و دیں ہم

ہو جوش بہار گل ہمیں کیا
دستار نہ جیب و آستیں ہم

تم چھیڑو لحد میں اے فرشتو
ہیں بندۂ شاہ مرسلیں ہم

اپنی شیریں کلامیوں سے — لٹواتے ہیں قند و انگبیں ہم

آسی بہی نہ کرسکیں گے انکار
باتیں کہتے ہیں دل نشیں ہم

جو آئی رنگ پر اپنی نخافت آشنائی میں — رہونگا جو رنگ یار کے دست حنائی میں
اوہی خط سے سمجھ لو کیسی ظلمت ہے جدائی میں — سواد روز فرقت ہے جو مل ہے روشنائی میں
ادب آموز نکلا عجز راہ آشنائی میں — حباب سا میں آنکھوں سے چلا ہے دست پائی میں
تڑپ کر رہ گئے کیوں ہم وہ کیا دیکھا جدا ہوکر — مگر تیری ہی صورت تہی صنم تیری جدائی میں
یہ کہہ سکتا نہیں کس نے چرایا نقد دل میرا — مگر اتنا کہونگا چور ہے دست حنائی میں
تامل کر کے سبکو سینے دیکھا تو نظر آیا — ترا ثانی نہ نکلا ای صنم ساری خدائی میں
یہ بیہوشی کہاں کی ای شب غم صورت موسے — مگر کیفائے دیدار ہے درد جدائی میں
کہاں داغی کہاں بیداغ پہر کیونکر برابر ہوں — نہ لالہ رنگ میں پائے نہ چاند اونکو صفائی میں
کلام اتنا ہے ای بلبل کہ درد ایسا نہیں ممکن — یہ مانا مجھسے تو کچھ کم نہیں رنگیں نوائی میں
برا کیوں مانیں ہم جو ہمیں چاہو شوق سے بدلو — ہماری ہی نمائش ہے تمہاری خودنمائی میں
ابہی خط بہی نہیں آیا کہ ہوتے ہو جدا ہم سے — تم اپنے حسن سے بہی بڑھ کے نکلے بیوفائی میں
اجل رکہی ہے فرقت میں نہ گہبرا ای دل مضطر — وصال آسان ہو جوہر ہے یہ تیغ جدائی میں
نہ دیکھی عالم بالا میں بہی سائل کی کچھ پرسش — بہرا ہے کاسۂ مہ چودہویں شب کی گدائی میں
عدو کو بہی ہماری طرح وہ بیدل کریں یارب — خدا نا کردہ کیوں فرق آئے اونکی دلربائی میں
دل درویش کی گردش ہے دور جام جمشیدی — مذاق سلطنت پایا ترے در کی گدائی میں
نہ کر ترک عمل ہرگز کہ اکثر دیکھ لیتے ہیں — رخ حسن قبول آئینہ زہد ریائی میں
کہاں کشتے یہ سمجھے تہے کہ مثل ابروے پرخم — خم شمشیر بہی پنہاں ہے آپکی کج ادائی میں
لباس ہستی عاشق کو رنگ شعلہ میں رنگنا — یہ جوہر ہے مئے دیدار کی رنگیں ادائی میں

جو حب زر ہے ای بے مغز الفت سے کنارا کر
قدم رکھ سالک راہ طلب کا اپنے آنکھوں پر
مٹا دیکھو گے دم بھر میں نشان ہستی و ہی

حباب بحر کو خالی ہی دیکھا آشنائی میں
لبان نقش پا کا ہل اگر ہے رہنمائی میں
حباب آسا جو کھلی تنگی آنکھیں آشنائی میں

کہاں مجبہ کہاں چھینٹے شراب ناب گلگوں کے
کبھو آسی یہ کیا دھبا لگا یا پارسائی میں

داغ دل دلبر نہیں سینے سے لپٹا تا ہوں کیوں
رات اتنا کہکے پھر عاشق تیرا غش کر گیا
تنگنائے دہر فانی کوچہ جاناں نہیں
شمع بزم دہر ہوں یا شاہ عمر رواں
پلٹہ کچھ باد مخالف بزم ہستی میں چلی
کیا اجل بنکر رقیب روسیہ آتا ہے آج

میں دل دشمن نہیں پھر یوں جلاجاتا ہوں کیوں
جب وہی آتے نہیں میں آپ میں آتا ہوں کیوں
قید خانے سے نکلتے پاؤں پھیلاتا ہوں کیوں
ہل نہیں سکتا جگہہ سے پھر چلا جاتا ہوں کیوں
پھیری آئی ہے تو مثل شمع تھراتا ہوں کیوں
نزع کی کیوں کیفیت مجھپر ہے گھبراتا ہوں کیوں

طرح کا مصرع ہوا ہے جمع کے صیغے کے ساتھ
میں غزل مفرد میں ای آسی کہے جاتا ہوں کیوں ~~کہتے~~

کوچۂ زلف صنم میں اہل دل جاتے ہیں کیوں
شمع کے مانند ہے اپنا ہی کیا سوز و گداز
کوچہ چاک گریباں کوچۂ جاناں نہیں
کوہکن کہسار میں جنگل میں مجنوں ہے خراب
مغز سر غیب شاید پوست کندہ کہہ دیا
چھوٹ کیوں کہتا ہے ای قاصد کہ وہ آتے نہیں
بھاگتا ہے ہمکناری سے جو وہ دریائے حسن
یا تو اہل دل سے تھا ہر دم سوال درد دل

اور جاتے ہیں تو دل سی چیز کھو آتے ہیں کیوں
صورت پروانہ دشمن آکے جل جاتے ہیں کیوں
قطرہ ہائے اشک حسرت سر کے بل آتے ہیں کیوں
چھوڑ کر کوچہ تمہارا ٹھوکریں کھاتے ہیں کیوں
کہاں سر کی ہماری طرح کھنچواتے ہیں کیوں
وہ اگر آتے نہیں ہم آپ میں آتے ہیں کیوں
ہم لبان موج دست شوق پھیلاتے ہیں کیوں
اب ہجوم درد ہے دلمیں تو گھبراتے ہیں کیوں

اونکی حسرت کے سوا ہے کون اُسمیں دوسرا
دل کی خلوت میں بہی وہ عاشق سے شرماتے ہیں کیوں

وعدے کی شب بہیجتے ہیں تصور مانگ کا
جب اونہیں آنا نہیں تو راہ دکہلاتے ہیں کیوں

ہم اشتغال نزار پر چشم توجہ خیر ہے
آپ دامان نگہ کانٹوں میں اُلجہاتے ہیں کیوں

تو ہی عاشق میں ہے یا کچہہ محویت ہی عشق کی
ہر رگ و پے میں تجہی کو جان ہم پاتے ہیں کیوں

رل چکے اب آکے وہ بچہڑے ہوئے ہوش و حواس
قافلے میں ہم جرس کی طرح چلاتے ہیں کیوں

آرزو یہ ہے تمہارا دامن آنکہوں سے لگے
کچہہ سمجہتے ہو کہ ہم روتے ہوئے آتے ہیں کیوں

روز بازار جزا ہے اور خالی اپنے ہاتھ
جب سمجہنا تہا نہ سمجہے آج پچہتاتے ہیں کیوں

جائے حیرت ہے طلسم اتحاد حسن و عشق
آئینہ جب دیکہتے ہیں ہم تجہے پاتے ہیں کیوں

پُتلیوں پر چاہئے رکہنا غم دلدار کو
داغ جلے دل ہمارے آنکہہ دکہلاتے ہیں کیوں

ہمنے مانا دام گیسو میں نہیں آتی اسیر
باغ میں نظارۂ سنبل سے گہبراتے ہیں کیوں

فرد

ہوں بگولا وہ خاک ہوں میں بہوں لہو نیکے ہوں وہ پانی
جلاؤں قسمت وہ آگ ہوں میں اوڑاؤں خاک اپنی وہ ہوا ہوں

غم دلبر کے سوا کچہہ نہیں اصلا دل میں
جسکو خالی کروں غم بہی نہیں ایسا دلمیں

عرش ہے دل میں نہ مسجد ہے نہ کعبا دل میں
سب سہی یار مگر گہر ہے تمہارا دل میں

نالۂ مرغ نوا سنج نہ تو لا دل میں
باغ کی طرح کہاں رکہتے ہیں کانٹا دلمیں

اے خیال رُخ گلرنگ چلا آ دل میں
پہول بہر دے صفت شیشۂ صہبا دل میں

سوے دشت ایک قدم ایک تری گہر کیطرف
سر میں سودا ہے تو ملنے کی تمنا دل میں

ہر جگہہ خالِ رخِ یار نے بدلا اک بھیس
تل بنا دیدۂ عاشق میں سویدا دل میں

آہ دل سرو ہے گل داغ ہیں نالے بلبل
ہے فراقِ بت گلرد چمن آرا دل میں

اشکہائے غم دنداں ہیں وذا دھیان میں لا
دے جگہ موتیوں کو صورت دریا دلمیں

کیمیاگر وہی درویش ہے میرے نزدیک
ہوس زر کو کرے خوب جو کشتا دل میں

صورت آئینہ اپنی ہی نظر بازی ہے
آنکھ بھر کر جسے گھورا اوسے پایا دل میں

نہ تڑپ اسقدر اے عاشق مضطر نہ تڑپ
دھیان اوسکا نہ کہیں ہو تہ و بالا دلمیں

ڈھونڈتے پھرتے ہیں کھوئے ہوئے دلکو اپنے
ہمنے جس دن سے سنا گھر ہے تمہارا دلمیں

نور کے واسطے ظلمت ہے مقدم شاید
تپلیاں آنکھوں میں ہیں اور سویدا دلمیں

ہائے رے چاشنئ درد کہ دیتا ہے جگہہ
چاک کو غنچہ گل داغ کو لالا دل میں

داغوں میں روشنئ شمع سر طور ہے آج
کون ہے اے شب غم انجمن آرا دلمیں

طے کسی نے نہ کیا ذکر رسائی سے سلوک
صورت رشتۂ سبحہ ہے یہ رستا دل میں

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَان کی نیرنگی ہے
دیکھ تو کیا نظر آتا ہے تماشا دل میں

میں کروں دعوی اخلاص وفا ای توبہ
سر میں سودائے ارم الفت دنیا دلمیں

دید ہے عام تو خاصان محمد کے لئے
کچھہ سمجھتے ہی نہیں حضرت موسی دل میں

کار امروز بفردا مگذار اے آسی
آج ہی چاہیئے اندیشۂ فردا دل میں

ایک جلوے کی ہوس وہ دم رحلت بھی نہیں
کچہ محبت نہیں ظالم تو مروت بھی نہیں

یار سے کہیئے کہ فرقت ہے تو فرقت بھی نہیں
اور نسبت میں ہے تمئیز تو وصلت بھی نہیں

اوسکے کوچے میں کہاں کشمکش بیم و رجا
خوف دوزخ بھی نہیں خواہش جنت بھی نہیں

چمن سینۂ پر داغ میں تیرا جلوا
یار قابل ترے گلگشت کے جنت بھی نہیں

جو دیا تو نے وہ سب چھین لیا عاشق سے
شکر اسکا جو نہیں ہے تو شکایت بھی نہیں

ذوقِ مستی کی مذمت نہ کر اتنی ای شیخ — کیا تجھے نشۂ ذوقِ مے الفت ہی نہیں
سب بے نیازی ہی اوٹھالوں میں تری ناز کیطرح — کیا وہ طاقت نہ رہی مجھ میں ہمت ہی نہیں
انکو کس منہ سے میں نظارگی دوست کہوں — صورت آئینہ جن آنکھوں کو حیرت ہی نہیں
کس طرح کہئے کہ دیدار دکہایا اوسنے — باغ جنت ہی نہیں روز قیامت ہی نہیں
زہد و تقویٰ و صلاح و ورع و حسن عمل — کچھ نہیں مجھ میں مگر کیا تری رحمت ہی نہیں
اے تمنائے مے عیش یہ مینائے دہر — جائے دور مے رنگینی صحبت ہی نہیں
جذب کامل سے اوسے کھینچلو اے حضرت دل — کیسے درویش ہو کچھ تم میں کرامت ہی نہیں
ہوش رفتہ دم نظارہ یہ فریادی تھے — ہائے دیدار کی صورت دم رخصت ہی نہیں
خاکساری رہ عشق میں یہ بات ہے جنھی — جسکو ذلت نہیں اوسکو کبھی عزت ہی نہیں
عین معنی ہے وہ دل عاشق معنی جو ہوا — ہائے وہ لوگ جو دلدادۂ صورت ہی نہیں

کبھی آسی سے ہم آغوش نہ دیکھا تجھکو
اثر جذب دل اہل محبت ہی نہیں

۱ حباب بحر پہ ہستے ہوئے اوبھر او بھرتے ہیں — فنا دم بھر میں ہیں دم آشنائی کا جو بھرتے ہیں
۱۱ دل صد پارہ نازک طبع اپنا یاد آتا ہے — ہوا کے چلنے سے گلشن میں جب غنچے بکھرتے ہیں
۱۰ بھلا کس منہ سے ہم انکار درد عشق کرتے ہیں — نہیں کچھ ہے تو کیوں رہ رہ کے دلپر ہاتھ دہرتے ہیں
۱۲ جو آیا اونکے دام فکر میں پھر جا نہیں سکتا — پکڑ کر طائر مضموں کو شاعر پر کترتے ہیں
۹ کٹے یہ رات کیونکر ہائے کیا صدمے گذرتے ہیں — نہ وہ آتے نہ صبر آتا نہ نیند آتی نہ مرتے ہیں
۱۳ رخ مہتاب پر زنگی کے منہ کی پھبتی ہوتی ہے — شب مہتاب میں جب وہ نہا دھو کر نکھرتے ہیں
۵ عدو کیا دل ہی دلمیں رشک سے بس پیس کے مرتے ہیں — دل وارفتۂ عاشق جو وہ پامال کرتے ہیں
۱۴ ہے اوس میں اور ہم میں آفتاب و شبنم کا عالم — وہ جب تک آئے آئے آپ دنیا سے گذرتے ہیں
۴ اوبھکر گیسوئے شبرنگ میں فریاد کرتے ہیں — اندھیرے میں مگر طفل دل عشاق ڈرتے ہیں

۱۵ ضعیفی ناتوانی دیکھکر بیمار الفت کی — ہرن چشم سیہ کے شیر بنکر بپھرتے ہیں
۱۶ وہیں کے ہم برنگ اشک ہو رہتے ہیں یا قسمت — جہاں گھر سے نکلکر جوش رقت میں ٹھہرتے ہیں
۵ عدو کیا موت ہی آئے نہ سے اوسکے ہم جو ڈرتے ہیں — تو کیا عمر رواں ہے جو ترے جانے سے مرتے ہیں
۶ یہ نالا بھی مگر الفت کسی کی ہے جو کرتے ہیں — برآئیں دن ہیں گویا زندگانی کے جو بھرتے ہیں
۷ حیا جسکو خدا نے دی بگڑنے میں سنورتے ہیں — اجی غیرت سے رنگ اڑتے نہیں چہرہ نکھرتے ہیں
۸ زبان تیغ قاتل سے نہ کچھ بیوٹے یہ ڈرتے ہیں — کہے قاتل تو کیا ہم قتل سے اپنے مکرتے ہیں
۲ لب رنگیں کے غم میں اشک خوں رو روکے مرتے ہیں — لہو سے ہم برنگ لالہ جام عمر بھرتے ہیں
۱۷ زبان خنجر برآب قاتل سے سنا ہمنے — مسافر قلزم غم کے اجل کے گھاٹ اوترتے ہیں
۱۸ اثر کچھ آہ و نالہ میں نہ کچھ تاثیر رونے میں — تو پھر نام محبت ہم عبث بدنام کرتے ہیں

ط — ط

۱۹ تماشا ظرفی عدو ہستی فانی ہے دیکھا بیدل — ہزاروں بلبلے دن رات پانی پر اوبھرتے ہیں
۲۰ اسی دلکی بدولت جو نہ ہونا تھا ہوا مجھپر — میں خوش ہوتا ہوں اب وہ پر جو کچھ صدمے گذرتے ہیں

ط — ط

۲۱ نتیجہ زندگی کا عشق بازی کے سوا کیا ہے — حقیقت میں وہی جیتے ہیں بس کچھ ہو جو مرتے ہیں
۲۲ میرے مے نوش نے اک روز کلی منہ سے پھینکی تھی — حباب بحر جام بادہ بن بنکر ابھرتے ہیں
۲۳ ضرورت کیا دعا مانگو خدا سے مرگ عاشق کی — جنازے پر اگر آجاؤ ہم بے موت مرتے ہیں
۲۴ جرس کیطرح نالان ہو نہیں اپنے منہہ کو دانی سے — جو سالک ہیں وہ روز رکے رکھکے طے یہ راہ کرتے ہیں
۲۵ عداوت ہے سیہ چشموں کو ہمسے بعد مردن بھی — لحد پر جو اوگا سبزہ ہرن آآ کے چرتے ہیں
۲۶ کسی کشتی نشیں کی راہ تکتے ہیں مگر یہ بھی — سراپا چشم ہوکر کیوں حباب بحر اوبھرتے ہیں

نہ وہ بیتابیٔ دل ہے نہ وہ بے خوابیٔ فرقت
لحد میں چین سے عاشق پڑے آرام کرتے ہیں

وہ کیا صدمے ہیں جو نمدیدہ کر دیتے ہیں اک اک کو
برنگ اشک ہم یاروں کی آنکھوں سے گزرتے ہیں

نہ جائے گا بھلا کوئی بھی مرنا اپنے دشمن کا
بہت خوش ہوں جو سنتا ہوں کہ تم پر غیر مرتے ہیں

تمہارا وصف دندان اپنی شرح گریہ لکھکر
دُرِ خوش آب سے گویا قلم کے مُنہ کو بھرتے ہیں

کہیں جنبش کی طاقت بھی رہا اب ہم ناتوانوں میں
اوتاریں دل سے وہ ہرچند لیکن کب اوترتے ہیں

لگی کچھ آگ دل میں یا کلیجہ ہو گیا پانی
کنارے سب ہیں گرما گرم آہیں سرد بھرتے ہیں

بہت گردش سے ہی پھر جاتی ہے آئی ہوئی روزی
یہی پھر پھر کے سنگ آسیا فریاد کرتے ہیں

بجز عاشق کوئی کیا پائے رمزیں اپنے باتوں کی
تری چشم سخن گو کی طرح تقریر کرتے ہیں

یہہ متوالا کیا پیر مغاں نے آج آسی کو
کہ دستار فضیلت رہن جام بادہ کرتے ہیں

ردیف (و)

فلک سے داد پا جاؤں عدالت ہو تو ایسی ہو
جدا ہوتے ہیں وہ ہمسے قیامت ہو تو ایسی ہو

رخ معنی دکھائی دے جو صورت ہو تو ایسی ہو
دل صاف آئینہ بن جائے حیرت ہو تو ایسی ہو

دل بے مدعا پایا جو دولت ہو تو ایسی ہو
خدا سے پھر نہ کچھ مانگا قناعت ہو تو ایسی ہو

مرا ہر حرف نکلا شعلہ زار وادی ایمن
بہار جلوۂ رنگ طبیعت ہو تو ایسی ہو

مروں بھی اب کہ سانس آنیکی گنجائش نہیں باقی
ہجوم یاس کی سینے میں کثرت ہو تو ایسی ہو

ہم ایسے غرق دریائے گنہ جنت میں جا نکلے
تو ان لطمۂ موج شفاعت ہو تو ایسی ہو

قدم سے گریباں گیر کنٹھا بنکے قاتل کا
اگر بیتابیٔ ذوق شہادت ہو تو ایسی ہو

فرشتے سر جھکائیں تیرے سجدے کو تواضع سے
سُن او مٹی کے پتلے آدمیت ہو تو ایسی ہو

اگر دانا ملا پانی نہ طفل اشک سے مانگا
وہی دانا وہی پانی قناعت ہو تو ایسی ہو

نہ دن بھر چین ملتا ہی نہ نیند آتی ہے راتونکو
کسی کے حال پر انکی عنایت ہو تو ایسی ہو

دل کافر کی اندھیاری معاذ اللہ معاذ اللہ
اگر تاریکیٔ شبہا سے فرقت ہو تو ایسی ہو

جہاں ملنے کی ٹھیری مجھسے میں بھی اے صنم گم ہوں
سوا تیرے نہ ہو کوئی وہ خلوت ہو تو ایسی ہو

تعجب ہے کہ تجھکو اپنے سینے میں نہ کیوں ڈہونڈھا
کسی کو اپنی ہستی سے جو غفلت ہو تو ایسی ہو

گرا جو قطرہ خون لالہ زار داغ حسرت ہے
اگر شادابی رنگ شہادت ہو تو ایسی ہو

پکارا اوس نے اپنا نام لیکر رات آسی کو
نہیں اب کچھ بھی غیریت محبت ہو تو ایسی ہو

تمہیں کثرت سے نفرت اور محو ذوق وحدت ہو
کچھ اس سے اور بڑھ جاؤ تو وحدت ہو نہ کثرت ہو

نہ ستاری کو شرم آئے نہ غفاری کو غیرت ہو
قیامت میں ترا بندہ ترے آگے نصیحت ہو

مری نظروں میں تو ہو ڈر ترا تیری محبت ہو
نہ دنیا ہو نہ عقبے ہو نہ دوزخ ہو نہ جنت ہو

سوا تیرے نہ مائل ہو کسی پر وہ طبیعت دے
تری الفت ہو تیرا عشق ہو تیری محبت ہو

مجھے ہر طرح کی خود بینیوں سے کردے بیگانہ
جو آئینہ بھی میں دیکھوں نمایاں تیری صورت ہو

ہماری دید میں فہمید میں دے ایسی یکرنگی
کہ صورت عین معنی اور معنی عین صورت ہو

ہمارے قتل کی نوبت اگر آجائے مقتل میں
الٰہی دست قاتل میں تری تیغ محبت ہو

انیس خلوت تنہائی کنج لحد میرا
ترا لطف و کرم تیری عنایت تیری رحمت ہو

ہم ایسے بدنصیبونکی بھی راہ اوسکو تو ڈھونڈے
ترا ہر نقش پا رشک بہار ہشت جنت ہو

کہیں اکسیر سے بڑھکر ہے دولت خاکساری کی
جہاد نفس کا شاید یہی مال غنیمت ہو

وہ برقع سے نکالا چاہتے ہیں روئے زیبا کو
یہاں جو غیر ہو کہدو کہ اب تملوگ رخصت ہو

کہاں وہ خواہش بالین و بالش اب بجز اسکے
کہ سر ہو اور سنگ آستان باب رحمت ہو

کیا یہ لاغروں کا عہدہ فرقت نے کہ مرنے پر
تمہارا نقش پا ہی مجھکو کافی بہر تربت ہو

جناب شیخ زہد خشک سے کیا کام نکلیگا
در پیر مغاں ہو اور دختر رز سے صحبت ہو

ایضاً

جان وو دن کی ہے مہمان ستاتے کیوں ہو / آپ روتے ہوئے آئے ہیں رولاتے کیوں ہو

تم نہیں کوئی تو سب میں نظر آتے کیوں ہو / سب نہیں تم ہو تو پھر منہ کو چھپاتے کیوں ہو

بال زلفوں کے ہیں عشاق سیہ بخت نہیں / جب نہ تب سامنے سے انکو ہٹاتے کیوں ہو

ہم نہ تابوت عدو ہیں نہ رہ و رسم وفا / آپ اوٹھ جائینگے تم ہمکو اوٹھاتے کیوں ہو

دل ملا ہمکو ازل میں تو کسی نے نہ کہا / روگ ہے یہ اسے چھاتی سے لگاتے کیوں ہو

آگیا ہوں تو میں کچھ صبح شب وصل نہیں / اپنی آغوش سے دشمن کو اوٹھاتے کیوں ہو

دہن زخم و لب غنچہ یہ کرتے ہیں سوال / کہ نہو تھوکنے کو ہمکو ہنساتے کیوں ہو

ہم سیہ بخت ہیں اٹھینگے دھوئیں کی صورت / دیکھو پھر روؤ گے محفل سے اوٹھاتے کیوں ہو

خشک شے پھونکتے ہیں آگ میں دستور یہ ہے / لائے جو دامن تر اونکو جلاتے کیوں ہو

اونکے رخساروں سے کہتا ہے چراغ خورشید / صورت شمع سحر ہم کو بجھاتے کیوں ہو

جیتے جی ہجر کے صدموں سے تو سونے نہ دیا / آج تربت میں مجھے آکے سلاتے کیوں ہو

تم پریزاد ہو وعدہ تو پریزاد نہیں / آپ اوڑتے ہو اوڑو بات اوڑاتے کیوں ہو

جب نہیں غیر کو دیدار دکھانا منظور / صفت پردۂ در ہم کو اوٹھاتے کیوں ہو

پھونک دو نخل دل زار کو جڑ روگ کی ہے / شجر وادی ایمن کو جلاتے کیوں ہو

ہم نے مانا کہ وہ آنکھیں نہیں جادو آسی
رات بھر وصل میں پھر انکو جگاتے کیوں ہو

اس طرح درد سے لبریز جو تقریر نہ ہو / سخن آسی شیدا غزل میر نہ ہو

نہ سہی غیر مری خوبی تقدیر نہو / وہ چلے آئیں اگر کوئی عنان گیر نہو

دیکھ اے حسن دل آرا کوئی دلگیر نہو / نوجوانی کو سکھا دے کہ وہ بے پیر نہو

منہ تیرا چشم سخن سنج کی تصویر نہ ہو
جو خموشی میں بہری شوخی تقریر نہو

صاف دیکہا ہے کہ غنچوں نے لہو تہوکا ہے
موسم گل میں الٰہی کوئی دل گیر نہو

قیدخانے میں کوئی غیرت یوسف ہی رہے
دل اٹک جائے ہنو پاؤں میں زنجیر نہو

جسکو دیکہا اوسے چہاتی سے لگائے دیکہا
دل جیسے کہتی ہے خلعت تری تصویر نہو

ہائے وہ حال کہ گہبرا کے وہ خود بول اوٹہے
دل لگی بگڑے ہوئے کیوں بیٹہو دلگیر نہو

تہک گیا نالہ جگہ سے نہ ہلا وہ ظالم
نوجوان یار ہمارا فلک پیر نہو

مجہسے دیوانے کو روکینگے یہ مجلس والے
قید زنجیر تری خوبی تقریر نہو

آکے پہر جا نہ سکا پائے خیال جاناں
چشم بے خواب مگر دیدۂ زنجیر نہو

ٹکڑے ہوکر جو ملی کوہکن و مجنوں کو
کہیں میری ہی وہ پہوٹی ہوئی تقدیر نہو

چاند سنتے تہے مگر غیرت خورشید وہ ہیں
اُنکے آنے میں بہی باعث تاخیر نہو

وہ بہی کچہ عشق ہے جو درد کی لذت نہ چکہے
وہ بہی نالہ ہے جو حسرت کش تاثیر نہو

جی ہے دنیا سے خفا پہر خدا جانے وے
ناتوانی تو مرے پاؤں کی زنجیر نہو

ہائے اوس شخص کی قسمت جسے وہ روگ ملے
جز ترے ملنے کے جسکی کوئی تدبیر نہو

کوئے جاناں سے ارادہ ہے نکل جانے کا
یاالٰہی کوئی جز موت گلوگیر نہو

حاصل صحبت غمناک بجز غم کیا ہے
دل مرا لیتے ہو ڈرتا ہوں کہ دلگیر نہو

جسنے منہ بند کیا راست میرے نامے کا
لذت چاشنی حسرت تاثیر نہو

زلف سلجہانے میں گہبرا کے یہ کہنا اونکا
کسی دیوانے کی الجہی ہوئی تقریر نہو

آج بچپن میں تو ہیں فتنہ افلاک مرید
نوجوانی میں فلک کا بہی کہیں پیر نہو

دل

کارساز ایہی اسی کی دعا ہے تجہسے
کام میرا کوئی منت کش تدبیر نہو

فرد

میرے جانب بھی وہ بت چشم کرم سے دیکھے
نسخۂ سرمۂ تسخیر طبیبو لکھدو

ایضاً

دکھائے حسن کے غمزے جو اپنے شیدا کو
بجا سمجھنے لگا نازہائے بیجا کو

کسے دکھائے وہ رویا میں روی زیبا کو
کہ نیند ہجر میں آئی تھی بس زلیخا کو

تمام عمر کی تکلیف سے فراغت ہے
متاع بیش بہا جان جوشش سودا کو

کہاں دل اور کہاں اُسکے حسن کا جلوہ
کیا ہے عشق نے کوزے میں بند دریا کو

ہمارے خانۂ دل کو اگر کیا برباد
کہیں جگہہ نہ ملیگی تری تمنا کو

ہنوز تفرقۂ جلوہ کچھ نظر میں نہیں
پسند کیجئے کعبے کو یا کلیسا کو

کہیں کنارہ ہے اُسکے محیط ہمت کا
جو عین پیاس میں سمجھے سراب دریا کو

ہم اپنے شکووں کی قوت سے بوالہوس ٹھہرے
کہ ہوش محبت کہاں عاشقان شیدا کو

وہ سرو قد ہے کہ مینائے دلربا کو لی
بھرا ہے حسن نے صہبائے تاب فرسا کو

ہوا کے رُخ تو ذرا آکے بیٹھ جا او قیس
نسیم صبح نے چھیڑا ہے زلف لیلا کو

سمجھ کے محتسب دین وہ لگی خبر نہیں
کہ اوسکی آنکھوں سے نسبت ہے جام صہبا کو

ہے میل راہ ہدایت الف نہ بیچ میں جان
اشارہ ہے کہ سمجھ ایک لا و الا کو

کمی نہ جوش جنوں میں نہ پاؤں میں طاقت
کوئی نہیں جو اوٹھا لائے گھر میں صحرا کو

میں جاں بلب تو نہیں شکوہ کیا ابھی اسکا
نہ جو منہ دے جو بہلائے روح افزا کو

نکالے خاک رہ مے فروش آنکھوں میں
کہ روز بادہ دکھاتے ہیں چشم بینا کو

میں سخت جاں نہیں جلاد عشق نے ناحق
کیا شریک اٹھائے روح فرسا کو

بہار خلد ہے اندہوں کیواسطے شاید
کہ کچھ نظر نہیں آتا ہے چشم بینا کو

اگر قبول کرو جلوہ بے حجابانہ
دکھاؤں محشر ہنگامہ تمنا کو

ہماری خاک فشانی کی حد سمجھ ظالم
کہ بال بال میں بہر لائے دشت وصحرا کو

ہماری حسن پرستی محل طعن نہیں
کہ چشم قیس سے دیکھا ہے روے لیلی کو

عوض نہ چرخ سے مشکل محبت دشمن سے
مگر نہ کام میں دیکھوں جو کار فرما کو

بنی بہی ہو تو نہ کچھہ زور جذب دل سے چلے
وصال حضرت یوسف ہوا زلیخا کو

اگرچہ وعدۂ فردا ہے بے خلاف ضرور
مگر وہ چاہے تو امروز کردے فردا کو

ہمارے نالوں کو سنکر کبہی نکل نہ پڑے
پسند کرتے ہیں محشر کے شور وغوغا کو

خبر تو لو کوئی آسی کو زندہ کس نے کیا
یہ معجزہ تو ملا تھا کبہی مسیحا کو

جو یہ ضد ہے کوئی بلبل کی صورت نعرہ زن کیوں ہو
کوئی گلفام کیوں ہو گلبدن گل پیرہن کیوں ہو

ہمارے بعد تو بدنام اے رشک چمن کیوں ہو
ہمیں جب ڈوب ہی مرنا ترا چاہ ذقن کیوں ہو

تمہیں وہ بیچ بتاؤ کون تھا شیریں کی صورت میں
کہ مشت خاک کی حسرت میں کوئی کوہکن کیوں ہو

سن اے بدمست نوح دُرد صہبا ہی مصدق ہے
نہ دل میں کچھ کدورت ہو تو ماتھے پر شکن کیوں ہو

نگاہ ناز نے سر خون ثابت ہوگیا آخر

ہم ایسے خستہ جانوں پر کوئی ناوک فگن کیوں ہو
خرام ناز بھی سر جوش برق طور ہے شاید
کسیکا نقش پا جام مئے موسی فگن کیوں ہو
نہ مشق پردہ داری ہو اگر بیتابیوں میں بھی
پھر درد دل نقاب جلوۂ عاشق فگن کیوں ہو
نہو منظور حسن و عشق اگر محشر بپا کرنا
قد اوسکا فتنہ خیز آہ جگر گردوں فگن کیوں ہو
وہ میرا گھورنا آنکھیں جھکانا شرم سے انکا
الٰہی ناوک ذوق نظر آہو فگن کیوں ہو
کرشمہ کچھ نہ ہو اوس میں جو تیری چشم میگوں کا
شراب جلوۂ حسن غنا صوفی فگن کیوں ہو

کسی پروانے کے جل بجھنے کا غم ہو تو اے آسی
نکلکر کوئی خلوت سے چراغ انجمن کیوں ہو

دل پیر مغاں میں چاہیے اے دل ترا گھر ہو
اگر دل کو یہ چاہو تم کہ منزل گاہ دلبر ہو
بہر صورت طلب لازم ہے آب زندگانی کی
کوئی تو پی کے نکلیگا اوڑیگی کچھ تو بو منہ سے
ہیولی ہو شب دیجور کا میرا غبار ابتک
تمہارے ہی بدولت ہے یہ ساری رندی و مستی

وہی ہے نوش جو نوز نگاہ چشم ساغر ہو
تو جو ہو غیر تم ہو یا کہ غیر اس گھر کے باہر ہو
اگر پایا خضر تم ہو نہیں پایا سکندر ہو
در پیر مغاں پر بے پر ستو چلکے بستر ہو
کسی کا ذرہ ذرہ آفتاب روز محشر ہو
وہ دن بھی ہے کہ تم ہو ہم اور دور جام کوثر ہو

فراق و وصل کی جھگڑے میں ڈالا مجھکو ظالم نے
کبھی تم نے بھی چاہا ہے کسی کو تو نہیں کہدو

غبار ہستی وہی جو اوڑ جائے تو بہتر ہو
نہ آؤ تم مرے پاس اور صبر آئے یہ کیونکر ہو

کسی در پر پڑا رو رو کے آسی رات کہتا تھا
کہ آخر میں تمہارا بندہ ہوں تم بندہ پرور ہو

نہ مرض کچھ ہے نہ آسیب نہ سایا ہمکو
اک پریزاد نے دیوانہ بنایا ہمکو

ہائے قدموں سے بھی اکدن نہ لگایا ہمکو
دھیان میں خاک برابر بھی نہ لایا ہمکو

دل کی بیتابیوں نے طائر بسمل کی طرح
خاک پر اسکی جدائی میں لوٹایا ہمکو

ہم مریں بھی تو نہو اسکو یقین الفت
نیم جاں جسکی محبت نے بنایا ہمکو

ہائے اک چاند کے ٹکڑے نے ستاروں کی طرح
مدتوں شام سے تا صبح جگایا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ایدل نہ کسی پر جی دے
زندگی روگ ہے اب تجھکو ستایا ہمکو

تیرے تلووں کی چھڑائی ہوئی مہندی کیطرح
خاک میں تیری جدائی نے ملایا ہمکو

رہ گیا مثل کتاں پھٹ کے جگر سینے میں
چاند سا چہرہ یکایک جو دکھایا ہمکو

دیکھیئے خاک میں ہم ملگئے مانند سرشک
آپنے کس لئے آنکھوں سے گرایا ہمکو

خوب جی بھر کے اونہیں دیکھ لیں ہم یا قسمت
ایک دن یہ نہ مقدر نے دکھایا ہمکو

جان ہم سمجھے تھے جسکو وہ ہمیں دل سمجھا
ہائے کس پیار سے پہلو میں بٹھایا ہمکو

آج تک بات وہ یاد آکے گلا گھونٹتی ہے
وقت رخصت جو گلے اوس نے لگایا ہمکو

لاغری میں ترے صدقے کہ سمجھکر تنکا
پھڑکیں جب آنکھیں تو آنکھوں سے لگایا ہمکو

وصل کی رات بھی اُس رشک چمن نے آسی
صورت شبنم گل خوب رلایا ہمکو

عشق کا عشق محبت سے محبت مجھکو | اسقدر ذوق بلا شوق مصیبت مجھکو
تا بہ کے حسرت وصل و غم فرقت مجھکو | اپنی ہستی سے کسی طرح ہو غفلت مجھکو
ہوں گنہگار مگر حسرت دیدار نہ پوچھ | جلوہ تیرا ہو تو دوزخ بھی ہے جنت مجھکو
میں بھی باطل مری ہستی بھی سراسر باطل | یہ سوجھائی ہے انا الحق کی حقیقت مجھکو
وہ نہ بیباکیوں سے خوش نہ ہوسناکی سے | ہو گئے غیر کے اعمال نصیحت مجھکو
نور خورشید ستاروں کو مٹا دیتا ہے | تم ہو پہلو میں تو محفل بھی ہے خلوت مجھکو
کہتے ہیں تمکو جو دیکھا تو خدا کو دیکھا | خواب میں بھی تو میسر ہو یہ دولت مجھکو
کوے محبوب سے کوئی بھی نکل سکتا ہے | اپنے اوہام ہوے وادی غربت مجھکو
کیا خبر تھی کہ انہیں کے ہیں کرشمے سارے | شکوۂ غیر کیے ہے انسے ندامت مجھکو
بیجا بھی کبھی ممکن نہیں جب تک ہیں ہوس | خلل انداز ہوں کر دیجئے رخصت مجھکو
عندلیب گل رخسار ہی سب جانتے ہیں | تیرے پردے نے کیا یار فضیحت مجھکو
اب تو دیدار دکھا دیجئے تقصیر معاف | ہو گیا وعدۂ فردا ہی قیامت مجھکو
عشق میں کوہ کنی کوئی بڑی بات نہیں | پاؤ گے لجۂ بے ساحل ہمت مجھکو

کیوں نہوں خاک در یار کہ پھر خاک نہوں
آسی اپنی بھی نہیں خاک محبت مجھکو

فرد

زینت مسجد دعا ہم سوختہ جانوں کی ہے | دود دل ہوتا ہے وسمہ ابروی محراب کو

کہتے ہو کہ اور کو نہ چاہو | معلوم ہوا کہ تم خدا ہو
ہاں واعظو اور کو نہ چاہو | اپنے دمسے لگے تو آشنا ہو

دکھا ہی جو کوئی آشنا ہو
کیا جانے وہ ہوتے ہوئے کیا ہو

رہرو جو ملے تو رہنما ہو
کچھ اور نہ ہو تو نقش پا ہو

اُن سے ملنا ہوا ہے مشکل
اے وہم عدو ترا بُرا ہو

طعنے ہیں سجود پاے بت پر
واعظ کو جو کچھ ہی سوجھتا ہو

ہمت سے ہے تو راہ مختصر ہے
اے ننگ طلب بس اٹھ کھڑا ہو

تم اور دعاے مرگ عاشق
کیا پھر وہ مرے جو مر چکا ہو

نکلا ہے کوئی تو اُنکے در سے
یارب یہ میرا وہ مدعا ہو

بدمست پڑا ہے محتسب ہی
اے موسم گل ترا بھلا ہو

اللہ رے لذت شفاعت
کیا جانو تم اسکو بے گنا ہو

تدبیر عذ نگ جلوہ کیا ہے
دل تھامے ہوئے پڑے کراہو

ایضاً

خاک ہم گردش نصیبوں کو میسر گھر نہو
اے جنوں جب تک بگولوں کی طرح چکر نہو

راہ وہ چلئے کہ غیر جذب کامل سر نہو
نقش پا تک گم ہو میل راہ ہی رہبر نہو

خوف ہے بازار میں بکنے لگے کوڑی کے مول
صورت گل میرے یوسف جامے سے باہر نہو

آبرو بحر رضا میں پانی ہے مثل گہر
چھید ڈالو دل جو میرا آنکھ ہرگز تر نہو

مفلسی بے مردگی ہے غنچہ گلشن سے پوچھ
آے کیا منہ پر ہنسی مٹھی میں جب تک زر نہو

بلبلے کی طرح اے دیوانہ نازک دماغ
سر وہ پیدا کر کہ جسکو حاجت افسر نہو

دیکھئے کیا سنگدل ہوتے ہیں اہل آبرو
لعل کا دل تو لہو ہو چشم گوہر تر نہو

چھلکی پڑتی ہے اُن آنکھوں سے شراب بیخودی
سر کی تحریر کا حلقہ خط ساغر نہو

یہ وہ کاوش ہے جو کرتی ہے کلیجہ پاش پاش
صورت غنچہ کبھی دل خوں براے زر نہو

آخرالدن اے گل تر دیکھ مرجھا تا پڑا اسقدر بھی اپنے جلنے سے کوئی باہر نہو
بار غم اپنے شہیدانِ محبت ہی کو دے بوجھ اوٹھانے کو مگر پھر احتیاجِ سر نہو
دولت عشق آدمی کو کرتی ہے کیا سربلند پھر گردوں تیرے سودائی کو داغ سر نہو
تیرے پروانوں کی مجمع میں سرافرازی کہاں داغ سوزاں شمع ساں جبتک تاج سر نہو
ہو نمط سوکہے اور آنکھیں ترہیں چہرا زرد ہے تہمت عشق اس لوڑھاپے میں کہیں مجھپر نہو
وہ طریق پیر میخانہ سے ہے بہکا ہوا جادۂ راہ فنا جسکو خط ساغر نہو
کھینچئے پیدا لطافت ہی اگر شوق عروج طائر جاں اوڑنے میں محتاج بال و پر نہو

آنسو آنکھوں میں بھر آئے سُنکے آسی کا کلام
درد ہو دل میں تو باتوں میں اثر کیونکر نہو

ع ہے عشق وہ شعلہ کہ پھنکا جاتا ہے تن من اس آگ کو بھڑکا کے تو دی میری جلادو
موسیٰ کی طرح گر پڑے عشق کہاکے مدائی برقع رخ روشن سے ذرا سا جو ہٹا دو
سوتا ہے اوسی نیند میں غافل ابھی آسی اپنے قدم پاک کے ٹھوکر سے جگا دو

قطعہ

ببیان معنی موزوں کبھی صورت میں آجاؤ اگر صورت میں آجاؤ تو مجھکو بھی دکھا جاؤ
مگر تم حور ہو انسان ایسا ہو نہیں سکتا اگر انسان ہو عاشق کی آنکھوں میں سما جاؤ

رباعی

عاشق بہوائے دوست بے ہوش بود وز یاد محب خویشتن مدہوش بود
فشمہ واکہ بحشر خلق حیراں باشند نام تو درون سینہ و گوش بود

فرد

جو کہیں ہم زباں سے ہو جائے منہ میں لیکن کہیں زبان بھی ہو

فرد
جو ہو سکے تو جئے اس طرح زمانے میں کہ مر بھی جائے تو مرگ اوسکی زندگانی ہو

فرد
یہ ظرف کی وسعت ہے کبھی منہ سے نہ نکلے میخانے کا میخانہ اگر منہ سے لگا دو

ع یہ اشعار بالکل صنم سنی کے ہیں

ردیف (ہ)

آئے مثل شمع چشم نم کے ساتھ
جاتے ہیں رو دھو کے داغ غم کیساتھ

مثل نَے ہم عاشق نالاں بھی ہیں
نالۂ دلکش ہے اپنا دم کے ساتھ

دست غم دست اجل سے کم نہیں
دم نکلجاتا ہے ہر ماتم کے ساتھ

حیرت آگیں دیکھتا ہے آئینہ
مُنہ تمہارا دیدۂ پرنم کے ساتھ

جُھومتا جاتا ہے آسی حشر میں
عاشقانِ سرورِ عالم کے ساتھ

ردیف (ی)

جُز فنا عشق کی تدبیر مقدّر نہوئی
زندگی موت سے آخر کبھی جانبر نہوئی

ہائے مُنہ پھیر کے ظالم نے کیا کام تمام
وصل تو وصل جدائی بھی میسّر نہوئی

گھٹ گئی وصل میں فرقت میں بڑھی تھی جتنی
رات عاشق کی کبھی دن کے برابر نہوئی

زیست انسان کی تا روز قیامت معلوم
جان لو ساعتِ دیدار مقرر نہوئی

غیر محجوب حجابِ رُخِ محبوب نہ تھا
مجھ سے تدبیر علاج دل مضطر نہوئی

وہ نہ تھا ہم سے جدا ہم بھی جدا اُس سے نہ تھے
نہ ہوئی پھر جو ملاقات تو کیونکر نہوئی

کیون چُھری پھری گلے پر نہ پہونچا ای کاش
میری قسمت پر پرواز کبوتر نہوئی

شب فرقت کی درازی کو نہ پوچھو مجھ سے
زُلف جانان سے وہ کم بال برابر نہوئی

بیکسی میں شب غم موت تو سوئی تھی کہیں
سانس آئی بھی جو کم بخت تو خنجر نہوئی

غیر کا دھیان تک اب دل میں نہیں شک کہاں
بس محبت وہ تمہاری ہی کہ باہر نہوئی

ذرّہ ذرّہ سے ہوا شور انا الشمس بلند
ایک میں ہون کہ توجہ تری مجھ پر نہوئی

سالک راہ فنا مجھ سے تعلّی کی نہ لے | جان کسکو غم محبوب میں دو بھر نہ ہوئی

زندگی کا نہ ادا خاک ہوا حق آسی
جان جب خاک رہِ آل پیمبر نہ ہوئی

نہ سنتے تم جو دشمن کی زبانی | بہت دلچسپ تھی میری کہانی
کہو بیجا ہے میری بدگمانی | کہاں دشمن کہاں راز نہانی
گلا حاضر ہے لیکن فائدہ کیا | کہ ظالم تو ہے میری زندگانی
عداوت انتہاے دوستی ہے | عدو سے جاں ہے میرا یار جانی
تسلّی کل کے وعدے پر غضب ہے | غم عشق اور اُمیدِ زندگانی
کہاں یوسف کہاں وہ روے زیبا | خدا کو ہے مجھے صورت دکھانی
مرے دل کی تمنّا ہے مگر تو | سُن اے بحر کرم یہ بیکرانی
مآل اِسکا قیامت ہے قیامت | وہ آفت کی جگہ ہے دار فانی
نہ سمجھا میں تو دشمن ہی سمجھتا | محبّت ہے خرابی کی نشانی
نظر آجا کہیں اے جسم لاغر | دکھاؤں کیونکر اُن کو ناتوانی
بس اے سیلاب اشک چشم تر بس | عناصر کی ہیں دیواریں پُرانی
یہ دونوں ایک ہی ترکش کے ہیں تیر | محبت اور مرگ ناگہانی
پیمبر گر پڑے ہیں تلملا کر | معاذ اللہ خدنگ لن ترانی
سبک سر ہے عدو روٹھا بلا سے | حبابوں کی بھلا کیا سرگرانی
انا الحق اور مشت خاک منصور | ضرور اپنی حقیقت اُسنے جانی
بقا جس شے کو ہو وہ چاہتا ہوں | سُن اے تیرے سوا سب کچھ ہے فانی
کمال جلوہ ہے پردے سے بڑھکر | بجا ہے یار تیری لن ترانی
علم کر خلد میں بھی خنجر ناز | تصدق ہے حیات جاودانی

دلِ شوریدہ اور اُن سے مکدر
کہاں تک کہیئے اسرارِ نہانی

ہزاروں حسرتیں اُسمیں بھری تھیں
غبار اُس قافلے کی ہی نشانی

جو بالوں میں سیاہی رہ گئی ہے
بُڑھاپے میں ہی یہ داغِ جوانی

ق

بھلا آسی کے شکوونکا گلا کیا
محبّت کو ہے لازم بدگمانی

خاک کیا کم ہے اصلِ طینت کی
دل میں کیوں پوٹ ہو کدورت کی

واہ رے اُلفت اپنی اُمت کی
مجھ سے بیکس کی بھی شفاعت کی

ابدی نعمتیں ہیں جنّت کی
انتہا ہے تری عنایت کی

خوفِ دوزخ نہ حرصِ جنت کی
بے غرض سینے تجھسے اُلفت کی

نہ کھُلی کچھ حقیقتِ معراج
رہی پردے میں بات خلوت کی

خاک پائے علیؓ ہوا اے دل
یہ ہوا اوجِ بامِ رفعت کی

بھری محفل میں بے نقاب ای دوست
حشر تم نے کیا قیامت کی

تجھ سے ملکر جو پھر بھی میں ہی رہا
مجھسے دشمن نے کیوں محبت کی

کیوں نہ مٹ جاتے جستجو میں ہم
تھا وہ کسوت میں اپنی صورت کی

پھر بھی ہم تم جُدا جُدا ٹھہرے
وصل میں بھی ادا ہے فرقت کی

میری حالت کے دیکھنے والے
مرتے ہیں آرزو میں رویت کی

یہ طریقِ جنوں مرا اے شیخ
راہ ہے کوچۂ سلامت کی

نہ ہوا جو وطن سے آوارہ
بُو نہیں اُس میں آدمیت کی

پھر کہوگے کہ ہم نہیں بے رحم
آج دشمن نے بھی شکایت کی

یاخدا اتبو جانِ زار کی خیر
آج پھر درد دل نے شدت کی

وہ سوادِ شبِ لحد دیکھو
ہو چلی شام روزِ فرقت کی

ہم نے مانا کہ شام ہے وہ زلف
شام لیکن ہماری شامت کی

ہم سے بیکل سے وعدۂ فردا
بات کرتے ہو تم قیامت کی

روح فرسا شباب کا غم ہے
کہ جوانی میں اُسنے رحلت کی

حشر میں کون پوچھتا ہے کسے
قہر ہے دید خوب صورت کی

عشق کا روگ ہے محبت خیز
غیر نے بھی مری نصیحت کی

نہ دیئے ہونگے غیر کو بوسے
یہ طبیعت تو ہے مروت کی

دیکھو دلبر کوئی سپر رکھ لو
یہ نگاہیں ہیں چشم حسرت کی

شب وصل و نگار و ہوش و حواس
صبح ہے آج سب کے رخصت کی

اُنکے جور و جفا کے شکوے کیا
یہی سیرت ہے حُسن صورت کی

سجدۂ آستان جانان میں
خانۂ کعبہ نے امامت کی

پھر کہو گے فلک رقیب نہیں
وجہ مجھسے کوئی عداوت کی

بوسۂ عارض اور میرا مونہہ
دل کی بیتابیوں نے جرأت کی

خوب گہرا لگا ہے دل میں گھاؤ
بارے حسرت مٹی فراغت کی

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج
کیسی بارش ہے ابر رحمت کی

دیکھیے ٹوٹتا ہے دم کہ نہیں
آزمائش ہے آج طاقت کی

نہ غزل ہے نہ اس میں عرض ہنر
بڑ ہے آسی یہ جوش وحشت کی

جو رہی اور کوئی دم یہی حالت دل کی
آج ہے پہلوے غمناک سے رخصت دل کی

کیا لکھے عاشق بیتاب مصیبت دل کی
جی بگڑتا ہے جو لکھتا ہے عبارت دل کی

نہیں ممکن ہے لٹیروں سے حفاظت دل کی
پھیر آؤں اُنھیں چلکر میں امانت دل کی

مہندی ملکر مرے سینے کو نہ پامال کیا
دل کیطرح آج لہو ہو گئی حسرت دل کی

گھر چھٹا شہر چھٹا کوچۂ دلدار چھٹا
کوہ و صحرا میں لیئے پھرتی ہے وحشت دل کی

سر عارف ہمہ طرف دل ہی جھکا رہتا ہے
ہے مگر خاک در یار سے خلقت دل کی

آگئے وہ کہ پڑی جان دل بیجاں میں
اُٹھ چلے وہ کہ اِدھر ہوگئی رخصت دل کی

غم دلدار ہے خواہاں تو حوالے کر دے
تجھکو اے عاشق بیتاب ضرورت دل کی

دل کی تاثیر سے سب کچھ ہے یہاں ہو کہ وہاں
دونوں عالم میں سمجھتا ہوں ولایت دل کی

جو اڑا ذرہ دل زار کسی کا نکلا
کوے دلبر میں نظر آئی یہ کثرت دل کی

ہوگیا ناف سویدا گرہ چرخ کبود
سینہ تنگ میں اللہ یہ وسعت دل کی

کعبہ ہو ابروؤں کا اور محبت کی نماز
اقتدا عاشق بیدل کی امامت دل کی

کسطرح صورت منصور انا الحق نہ کہے
دار دنیا میں سمجھ لے جو حقیقت دل کی

باغ کو عاشق دلگیر نے سمجھا دلدار
غنچۂ گل میں نظر آئی جو صورت دل کی

دل دیا جسنے کسی کو وہ ہوا صاحب دل
ہاتھ آجاتی ہے کھو دینے سے نعمت دل کی

جس سے پیوند کیا پائی شکست خاطر
ہائے تقدیر یہ پھوٹی ہوئی قسمت دل کی

کوچۂ یار سے گھبرا کے نکلنا کیا تھا
دلکو شکوے ہیں مرے مجھکو شکایت دل کی

خرد و تاب و تواں سے کہو ملکر رولیں
پہلوے عاشق بیکس سے ہے رخصت دل کی

پہلوے عاشق بیدل میں بس اِک آبلہ ہے
اُنکو کیا کہیئے جو رکھ دیتے ہیں تہمت دل کی

اب کسی یار سے مطلب ہے نہ اغیار سے کام
کنج عزلت میں رہا کرتی ہے صحبت دل کی

یوں وہ بے دید کسیطرح نہیں ماننے کا
چلکے آنکھوں سے دکھادوں اُسکو حالت دل کی

مفت ملتا ہے جو پھیروگے تو پچھتاؤگے
ایک بوسے سے زیادہ نہیں قیمت دل کی

چھیدتا دل کو جو پیکاں ترا لے نکلا
دلکے ساتھ آج نکل جائیگی حسرت دل کی

تم گلستان جہاں میں گل یک رنگ ملے
کان لاؤ تو سناؤں میں حکایت دل کی

ہجر کی رات بھی کٹ جاتی ہے رو دھو کے مگر
کاٹنے سے نہیں کٹتی یہ مصیبت دل کی

نقد و جنس خرد و صبر و سکون کچھ بھی نہیں — لٹ گیا عاشق دلگیر بد دولت دل کی
دونوں پہلو کیے سنسان غم دلبر نے — اب نہ بہتان جگر کا ہے نہ تہمت دل کی
شب ہجر اُسکے تصور کو جگہ دوں کس میں — بیدلی میں کبھی پڑ جاتی ہے حاجت دل کی
دیکھ لیتے تھے اسیطرح کسی کو اُس میں — آئینہ دیکھ کے یاد آتی ہے صورت دل کی

راستہ چھوڑ دیا اُسنے اِدھر کا آسی
کیوں بنی رہ گذر یار میں تربت دل کی

حرص دولت کی نہ عزّ و جاہ کی — بس تمنّا ہے دل آگاہ کی
درد دل کتنا پسند آیا اُسے — میں نے جب کی آہ اُسنے واہ کی
کھچ گئے کنعاں سے یوسف مصر کو — پوچھئے حضرت سے قوّت جاہ کی
بس سلوک اُسکا ہے منزل اُسکی ہے — اُسکے دل تک جسنے اپنی راہ کی
واعظو کیسا بتوں کا گھورنا — کچھ خبر ہے ثَمَّ وَجْہُ اللہ کی
کسکی حسرت نے جگایا تھا ہمیں — نیند سوے قبر میں نوشاہ کی
مجھ سے مجرم کیلئے خلد بریں — مہربانی ہے رسولؐ اللہ کی
یاد آئی طاق بیت اللہ میں — بیت ابرو اُس بت دلخواہ کی

راہ حق کی ہے اگر آسی تلاش
خاک رہ ہو مرد حق آگاہ کی

الٰہی بندھ رہی ہے آج گلشن میں ہوا کسکی — لیئے پھرتی ہے خوشبو دمبدم باد صبا کسکی
ہوئی ہے اِسطرح سے بے اثر یارب دعا کسکی — پھر آتی ہے فلک تک جا کے آہ نارسا کسکی
لٹا جاتا ہے دل اور آج لہر و نیسرپہ لہریں ہیں — جگر میں بنکے ناگن ڈستی ہے زلف دوتا کسکی
کیا وار اُس نے غیروں پر مرے ہم رشک کے مارے — تماشا ہے الٰہی لگ گئی کسکو قضا کس کی
کہاں ممکن کسی سے انتظار یار ہو مجھسا — رہی تا حشر لو ہیں مثل نرگس آنکھ وا کسکی

لڑیں زلفوں سے آنکھیں اور دل کی شامت آئی
بڑی ہی یاالٰہی کسکے سر جا کر بلا کسکی

خفا صیاد ہے چیں بر جبیں گلچیں ہے کیا باعث
بُرا کسکا کیا تقصیر کی ہم نے بھلا کسکی

ہمارا خون کرتے ہیں کہ مہندی ہی وہ ملتی ہیں
تمنا آج بر لاتا ہے دیکھیں تو خدا کسکی

ترے عرش معلّی کچھ دُھواں سا آج اُٹھتا ہے
خدا جانے لگا آئی ہے آگ آہِ رسا کسکی

ہمارا بند بند اسطرح کٹوانا نہ لازم تھا
چھُوا تھا بند کسکا ہمنے کھولی تھی قبا کسکی

جدھر چلتا ہے اسے جلّاد بسمل اُسکو کرتا ہے
اُڑائی ہے ترے خنجر نے چلنے میں ادا کسکی

عجب حسرت سے آسی کھڑا تھا کل مدینے میں
شفاعت ہوگی پہلے حشر میں یا مصطفےٰ کسکی

وہ اور جدا ہم سے یہ تقدیر ہماری
کچھ اُنکی خطا اسمیں نہ تقصیر ہماری

کیا جانو بھلا گلشن ہستی کی حقیقت
اُس گل سے ہے ملتی ہوئی تصویر ہماری

کیوں بھیجیں وہ جنت ہیں ہمیں اپنی گلی سے
ہاں کوئی خطا قابل تعذیر ہماری

جو حلقہ ہے حلقہ ہے وہ پاکان ازل کا
آزادی کونین ہے زنجیر ہماری

اعمال کی پرسش تجھے ہمکو یہ تفحص
رحمت تری بڑھکر ہے کہ تقصیر ہماری

تم کیا ہوئے قابو میں کہ قابو میں ہم آئے
تسخیر تمہاری ہوئی تسخیر ہماری

شاگردی کسکا فلک پیر ستم میں
گردش میں تو اُستاد ہے تقدیر ہماری

صورت میں پڑے جان جو اچھا ہو مصوّر
سنتے ہو جسے قیس ہے تصویر ہماری

دنیا میں اُٹھا لاتی ہے فردوس بریں کو
بدمستی صہبا و مزامیر ہماری

ہرگز حرکت اپنے ارادے سے نہ کرنا
چلتے ہیں تو چلاتی ہے زنجیر ہماری

پہچان لیا جلوہ گر خانۂ دل کو
آئینہ معمار ہے تعمیر ہماری

آسی اگر ادراک حقیقت ہو میسر
ہے انفس و آفاق میں تاثیر ہماری

آہ بھی آج ہے اِک ہم سفر اشک نئی
کیا ملی سوے فلک رہ گذر اشک نئی

گوہر گوش قبول اُسکو بنایا آخر
ہاتف غیب نے دی یہ خبر اشک نئی

آج تو گریہ عاشق نے کئے دل ٹکڑے
ہاتھ آئی کوئی تیغ اثر اشک نئی

میل پرواز سوے اوج فلک رسم کہن
ہمت طائر بے بال و پر اشک نئی

تیرے آنسو بھی ہوے خشک ہیں خوننابہ فشاں
شاید اے شمع ہے میری سحر اشک نئی

سیل و طوفاں جو کہا تو نے کیا خاک کہا
کچھ نئی بات ہوا ے مدح گر اشک نئی

رشک فوارہ ہے بیتابی جوش رقت
اے جنوں ہے یہ بہار شجر اشک نئی

تیرے پرتو سے ہے جیب رشک قمر ہر قطرہ
ٹھیک ہے نبدش نور قمر اشک نئی

رات دن مجکو تو کرتی ہی رہی تر دامن
اُنکے دامن کیطرف ہے نظر اشک نئی

ثمر اشہاک غم عشق تو تھا تیرا رحم
جھڑکیاں دیتی ہیں بوے ثمر اشک نئی

محو عشق در دنداں کی علامت کیا ہے
رونے میں ہوتی ہے تاب گہر اشک نئی

بارہا معرکے قلزم سے ہوے فتح کے ساتھ
آج پھر جنگ ہو پھر ہو ظفر اشک نئی

نہ کسی راہ سے پہونچا وہ کسی دامن تک
کوئی راہ آج ہوا ے راہبر اشک نئی

لہ در بعض صلاف بزم ما نہیں لیا ۔ مؤلف

برق ہستی ہے پیئے غیر سر شک آسی
کچھ تو بات اسمیں ہے اے بیخبر اشک نئی

اے جنوں پھر مرے سر پر وہی شامت آئی
پھر پھنسا زلفونمیں دل پھر وہی آفت آئی

مر کے بھی جذب دل قیس میں تاثیر یہ تھی
خاک اُڑاتی ہوئی لیلیٰ سر تربت آئی

مسجدیں شہر کی اے پیر مغاں خالی ہیں
میکدے میں تو جماعت کی جماعت آئی

وہ تو کھڑکی میں ادہر بھیڑ نظر بازوں کی
آج اُس کوچے میں سنتے ہیں قیامت آئی

کبھی جی بھر کے وطن میں نہ رہے ہم آسی
روز میلاد سے تقدیر میں غربت آئی

آئینہ آپ کے نزدیک جو نامحرم ہے
آپ نے خاک نہ جانا کہ مجھے کیا غم ہے

مار ڈالو ہی کسی دن تو نہ دعوے نہ گواہ
بیخودی ہے کوئی مونس نہ کوئی ہمدم ہے

دیکھتے ہو جگر و دل کے لہو کا سہرا
علم نالۂ بیداد میں کیا پرچم سے ہے

میرے دشمن کو نہ مجھ پر کبھی قابو دینا
تم نے مونھ پھیر لیا آہ یہی کیا کم ہے

جز ترے کچھ نہیں موجود تری ذات ہے وہ
ہما بجا تو نظر آتا ہے یہی عالم ہے

جو اُڑی خاک قدم جان پڑی اسمیں ضرور
کیا ہوا جُنبشِ دامن کی مسیحا دم ہے

وصل کی شب در و دیوار سے آئی آواز
خواہشوں کو جو پچھاڑے وہ بڑا رستم ہے

اُنکے عالم کے طلسمات میں جی چھوٹ گیا
ہر ادائے نگہ یار نیا عالم ہے

کیوں نہ دی جان کسی پر کہ نہ پھر موت آتی
زندگی مفت گنوائی یہ بڑا ماتم ہے

ہائے کیا بوجھ بڑھاپے میں بھرا تھا اللہ
سر تو سینے میں گھسا پیٹھ کمر تک خم ہے

تو نے کیا ذکر کہاں آ کے نکالا واعظ
یہ وہ کُوچہ ہے کہ جسمیں غم جنت سم ہے

چاک دل ہے غم عالم ہے نظر یار رفو
زخم کاری ہے غم عشق فنا مرہم ہے

عشق کہتا ہے کہ عالم سے جدا ہو جاؤ
حُسن کہتا ہے جدھر جاؤ نیا عالم ہے

قالب نظم میں جو پھونک دے جان ای آسی
نہ وہ عیسیٰ ہیں نہ موسیٰ وہ ہمارا دم ہے

عہد شباب عہد وفا سے نگار ہے
کتنا ہی پائدار ہو ناپائدار ہے

کیوں تجھکو اس قدر غم روز شمار ہے
اے محتسب شراب بڑی غمگسار ہے

جنت نہیں ہے پرتو روئے نگار ہے
طوبیٰ نہ کہیے سایۂ بالائے یار ہے

صیاد و عندلیب مین کیا واقعہ ہوا
گل دلفگار سنبل تر سوگوار ہے

فانی ہے گردش فلکی بھی ہمارے ساتھ
ساری ہمیں سے دشمنی روزگار ہے

آئینہ نوید مقدم راحت ہے صبر کر
جوشش بہار گل کشش نوک خار ہے

کیا چیز تیری نذر کریں اے رسول یار
اپنی تو زندگی بھی یہاں مستعار ہے

جوش سرشک اور ہوا کوے زلف کی
ایک ایک قطرہ نافۂ مشک تتار ہے

خونریز توبہ زہد شکن اتقا گداز
شام آپکے شباب کی صبح بہار ہے

عشق و ہوس میں حسن کو تمیز چاہیئے
مانو نہ مانو آگے تمہیں اختیار ہے

بینائی اک ذرا نہیں نرگس کی آنکھ میں
یہ بھی مگر ستم زدۂ انتظار ہے

ہستی ہے عین موجۂ دریاے نیستی
درکار قوت نگہ اعتبار ہے

وقت اخیر اگر نہ بندھا غیر کا خیال
کنج لحد نہیں چمن کوے یار ہے

بنیاد روزگار کی نامحکمی نہ پوچھ
گنبد حباب کا تو بہت استوار ہے

سوداے ذوق جلوہ عبث حیف نظر نہیں
جلوہ تو پھر اہل نظر بیقرار ہے

واعظ تو مجھکو چھوڑ دے میرے خدا کیساتھ
بندہ گناہگار وہ آمرزگار ہے

یہ بات وہ ہے جسکو مرے دل سی پوچھیے
عشق مژہ میں بھی خلش نوک خار ہے

ذوق ادا و ناز کہاں بیخودی کہاں
اب تو شراب وصل بھی کچھ ناگوار ہے

پھر زیارت آے ترا تیر کیوں نہو
حسرت شہید یاس دل اسکا مزار ہے

لو ابتو مرغ جاں نہیں ممکن کہ اڑ سکے
تیر نگاہ ناز کلیجے کے پار ہے

مستی میں کوئی راز جو آسی سے فاش ہو
معذور ہے ابھی کہ نیا بادہ خوار ہے

کہتے ہو جان زار کو یہ مستعار ہے
دل پیشکش کروں تو کہو داغدار ہے

میدان رستخیز بڑا فتنہ زار ہے
وعدہ وہاں وفا ہو کسے اعتبار ہے

کس روز ایک رنگ پر اسکو قرار ہے
عاشق کی زیست ہمنفس روزگار ہے

سیل بناے ہستی بلبل نہ ہو کہیں
تیغ اداے جلوۂ گل آبدار ہے

کیا جال ہے ہماری گہرباری مژہ
جوش و خروش ہمت دریا شکار ہے

اے شمع ایک شعلہ نے تجھکو کیا تمام
کیوں موتھ لگاؤ غیر کو اتنا کہ سر دُکھے
مانند آہ قبۂ گردوں سے چل نکل
بلبل خزاں میں بھی کہیں کرتی تھی چہچہے
دریا سے آتش آنکھوں سے اُمڈے تو جائیے
دشمن کو فکر کیوں میری صحبت کی پڑ گئی
امساک بوسہ جھوٹ غلط افترا سہی
گو سیہ سے خوف تو واعظ کو چاہیئے
دونوں ہوں کامیاب وہ پہلو نکالیئے
دام فنائے ہستیٔ موہوم واہ وا
میخانے میں وہ آئے جو اُترے فنا کے گھاٹ
کیونکر ہوا سے وصل کہ جھوکو نہیں اُڑا نہ جائے
شعر اور سرّ غیب یقیناً یہ میں نہیں

ہر قطرۂ سرشک یہاں شعلہ زار ہے
ہم جانتے تھے نشۂ مے کا خمار ہے
ناحق اسیر کشمکش روزگار ہے
خون جگر سے آہ مری گلعذار ہے
مانا کہ ابر بھی ہمہ تن اشکبار ہے
اے درد عشق اب تو ترا اعتبار ہے
بات اتنی ہے کہ حسن کفایت شعار ہے
پابند زلف عاشق شبہائے تار ہے
دل اُسطرف جگر اِدھر اُمیدوار ہے
عنقائے وصل یار ضرور اب شکار ہے
شمشیر موج بادہ بہت آبدار ہے
ہستی تو کاروان نفس کا غبار ہے
روح القدس ہے یا کرم کردگار ہے

اے رخش عمر تو نے گڑھے میں گرا دیا
آسی کو سنتے تھے کہ بڑا شہسوار ہے

آنکھیں پائی ہیں غم فرقت میں رونے کیلئے
گلشن ہستی میں شکل غنچۂ گل یا نصیب
آنکھ سے جب موتھ پھر آیا اشک غم کہنے لگا
چھوٹے پھلنے سے کیا واقف جو سبزے کیطرح
دولت ہوش و خرد یا نقد جاں یا جنس دل
قطرہ ہائے اشک حسرت کو نہ لا حاصل کہو

آستینیں ہاتھ آئی ہیں بھگونے کے لیئے
آئے ہم خستہ جگر دل چاک ہونے کیلئے
آبروے آشنائی میں ڈبونے کے لیئے
اس چمن میں ہے فقط پامال ہونے کیلئے
جو یہاں ہے وہ ترے سو کیں کھونے کیلئے
مزرع اُمید میں دانے ہیں بونے کیلئے

تو بھی کیا آئی اے شبنم یہاں میری طرح
ان گلوں سے ملکے چپکے چپکے رونے کیلئے

اے فلک روشن دلوں سے آپ غفلت دور ہے
کس ستارے کو ملی ہے آنکھ سونے کیلئے

جز شب گور اب تو نیند آنا بہت دشوار ہے
بس وہی اک رات ہی فرصت ہیں سونے کیلئے

قافلہ منزل کو جا پہنچا مگر مثل غبار
رہگئے ہیں ایک ہم برباد ہونے کے لئے

ایک سی ہیں عاشق و معشوق کی آنکھیں مگر
ایک رونے کیلئے ہے ایک سونے کیلئے

دم جو ٹوٹا عاشق بیمار کا آئی صدا
ہائے کیا اُسنے سے ملے تجھے جان کھونے کیلئے

زندگی کا ہے بکھیڑا جو تکلف ہے یہاں
قبر میں حاجت نہیں تکئے بچھونے کیلئے

صبحدم دم توڑ لی تھی اور یہ کہتی تھی شمع
ہائے اس محفل میں ہم آئے تھے رونے کیلئے

رنج و غم کے واسطے اسباب کی حاجت نہیں
آنکھ کب درکار ہے شبنم کو رونے کیلئے

اُس لٹیرے کی گلی میں ہم بھی آسی کیطرح
نقد جاں سی چیز لیجاتے ہیں کھونے کیلئے

سارے عالم میں تیری خوشبو ہے
اے مرے رشک گل کہاں تو ہے

ہو گیا دام خوف و غم سے رہا
جو تمہارا اسیر گیسو ہے

مصحف روئے یار جانی پر
قابض افسوس خال ہندو ہے

نظم عالم کہ لاجواب نہ
فرد اُس میں وہ بیت ابرو ہے

ایک دم میں ہزار دفتر طے
چشم حسرت غضب سخنگو ہے

برچھی تھی وہ نگاہ دیکھو تو
لہو آنکھوں میں ہے کہ آنسو ہے

تو ہی تو اور بال بال اپنا
فاختہ اور شور کوکو ہے

حد نہ پوچھو ہماری وحشت کی ہا
دل میں ہر داغ چشم آہو ہے

جوش اشک و تصور قد یار
سرو گویا کھڑا لب جو ہے

جسنے مومن بنا لیا ہم کو ہا
وہ تمہارا ہی مصحف رو ہے

جسکے کشتے ہیں زندہ جاوید
وہ تمہاری ہی تیغ ابرو ہے

دل جو بے مدعا ہو کیا کہنا
یہی ویرانہ عالم ہو ہے

تجھکو دیکھے پھر آپ میں رہ جائے
دلبر اتنا کسی کو قابو ہے

بل بھی ہے فخر جونپور آسی
خوابگاہ جناب شیخو ہے

وہ کیا ہے ترا جسمیں جلوا نہیں ہے
نہ دیکھے تجھے کوئی اندھا نہیں ہے

یہاں کیوں تم آؤ تماشا نہیں ہے
ہجوم غم و درد میلا نہیں ہے

کہاں دامن حسن عاشق سے اٹکا
گل داغ الفت میں کانٹا نہیں ہے

وہ کہتے ہیں میں زندگانی ہوں تیری
یہ سچ ہے تو انکا بھروسا نہیں ہے

کیا ہے وہاں اسنے پیمان فردا
یہاں ہے وہ شب جسکو فردا نہیں ہے

مری زیست کیونکر نہ ہو جاودانی
جو مرتا ہے اسپر وہ مرتا نہیں ہے

بھلا یار دل سوز ملتا ہے کس کو
جلایا دل اسنے تو شکوا نہیں ہے

وہی خاک اڑانا وہی گردشیں ہیں
یہ مانا کہ عاشق بگولا نہیں ہے

گلوگیر ہے ان بھوؤں کا تصور
گریبان میں اپنے کنٹھا نہیں ہے

بصارت ملی ہے ان آنکھوں کو جبسے
سوا تیرے کچھ مینے دیکھا نہیں ہے

نہ آئینہ دکھلا تو اے قلب صافی
تصور کسی کا ہے سکتا نہیں ہے

سمجھتے ہو جوشش انا الحق کی موجیں
وہ قطرہ نہیں ہے جو دریا نہیں ہے

کمال ظہور تجلی سے جانا
جو یہاں نہیں ہے وہ پیدا نہیں ہے

وہ دل کیا جو دلبر کی صورت نہ پکڑے
وہ مجنوں نہیں ہے جو لیلی نہیں ہے

دل و دین و جان دیکے وہ ایک بوسہ
اگر ہاتھ آئے تو مہنگا نہیں ہے

میری حسرتیں اسقدر بھر گئی ہیں
کہ اب تیرے کوچے میں رستا نہیں ہے

ہر اک طالب دیں ہی طالب فنا کا
کہ جب ہم نہیں آپ دنیا نہیں ہے

اسیروں سے اپنے اُلجھنا بگڑنا
یہ کیا ہے جو زلفوں کو سودا نہیں ہے

تری راہ میں کوئی کیونکر نہ سر دے
یہ دینا تو لینا ہے دینا نہیں ہے

ہجوم الم ہے نہ گھونگھٹ اُٹھاؤ
کہ عاشق تمہارا اکیلا نہیں ہے

بھرے جائے زر اسمیں موتی خدائے
دہان صنم ہے یہ غنچا نہیں ہے

عدو کیوں اُلجھتے ہیں اے رشک گلشن
ترا عاشق زار کانٹا نہیں ہے

وہ رہرو ہوں نہیں صورت نکہت گل
جسے خار رہ کا بھی کھٹکا نہیں ہے

مگر سر کے بل چلتے ہیں اُس گلی میں
نشان قدم کوئی پیدا نہیں ہے

نکل جائے دم اُن کی اُلفت میں آسی
سوا اِسکے اب کچھ تمنا نہیں ہے

روش اُس چال میں تلوار کی ہے
موت عشاق گنہگار کی ہے

گل و گلشن سے کہیں جی نہ لگاسے
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

ہائے وہ ہمنفسان گلشن
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

ہائے وہ گلبن و گلشن کی بہار
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

رشک گلشن ہو الٰہی یہ قفس
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

نکہت گل نہ صبا بھی لائی ہائے
یہ صدا مرغ گرفتار کی ہے

آکے بے پردہ ملیں وہ دم نزع
آرزو یہ دل بیمار کی ہے

دل کی قیمت سے ہیں کونین بھی کم
ہمت اب اسمیں خریدار کی ہے

بیٹھ محراب نہ کیوں سجدے ہوں
صورت اُس ابروی خمدار کی ہے

چال وہ چل کہ نہو محشر خیز
یہ روش چرخ جفاکار کی ہے

مجکو ہنگامۂ محشر سے غرض
بس تمنا ترے دیدار کی ہے

سر بلندوں کو ہے جھکنا لازم | یہ صدا گنبد دوار کی ہے
چار یاران نبیؐ میں آسی | ق | تبعیت مجھے ہر بار کی ہے
طلب راہ خدا میں لیکن | پیروی حیدر کرار کی ہے

فرد

پڑے ہیں صورت نقش قدم نہ چھیڑو ہمیں | ہم اور خاک میں ملجائینگے اُٹھانے سے

زخمی ہوئے آسی کہیں پھر تیر نظر سے | گرتا ہے لہو آنسوؤں میں دیدۂ تر سے
رومال بھی سرکاؤ کہیں دیدۂ تر سے | اشکوں میں نظر آتے ہیں کچھ لخت جگر سے
اب حاجت روزن نہ غرض رخنہ در سے | مُنہ اُسنے نکالا ہے یہاں چاک جگر سے
برباد کیا جس سے جہاں آنکھ لڑائی | خاک اُڑتی ہے عالم میں تری موج نظر سے
باطن سے نہیں راہ تو کیا دیدۂ ظاہر | آنکھ اپنی برابر نہ ہوئی چشم گہر سے
وہ نقد دل زار مرا پھیر کے بولے | یہ قلب ہے پرکھاؤ کسی اہل نظر سے
اے آئینۂ منزل عکس رُخ جاناں | آنکھ اپنی بدل دے میرے اس دیدۂ تر سے
بے تاب فنا جامۂ ہستی کو بنایا | تار نگہ مضطرب چشم شرر سے
مرتا ہوں میں اُنپر تو وہ آزردہ ہیں سُنکر | کیوں رنج نہو دوست کے مرنے کی خبر سے
ظاہر میں تو کچھ چوٹ نہیں کھائی ہے ایسی | کیوں ہاتھ اُٹھایا نہیں جاتا ہی جگر سے
پھر حسرت پیکان نگہ اے دل ناداں | ابتک تو ٹپکتا ہے لہو زخم جگر سے
بسمل ہوئی کیا حسرت دیدار کسی کی | خون آج ٹپکتا ہے تری تیغ نظر سے
ہے کلک گہربار سے ثابت دم تحریر | جو شاخ ہے جُھک جاتی ہے وہ بار ثمر سے
پیش نگہ یار ہرن ہوگئے آنسو | دریائے رواں باندھ دیا سحر نظر سے
بادل کی ضرورت نہیں کچھ صحبت مے میں | ابر کرم ساقی بدست ہی برسے

معدوم پریشاں نظری ہو کہیں یا ند ھو — شیرازۂ اجزا نگہ موے کمر سے
آئینہ طبیعت ہیں مگر اہل صفا بھی — بے ساعت دیدار نکلتے نہیں گھر سے
شاہد ہیں مرے قول کے غنچے جو کھلے ہیں — پرزے ہوے دل نالۂ مرغان سحر سے
جس پر متوکل تھے یہاں وہ ہے وہاں بھی — فارغ دم رحلت ہیں غم زاد سفر سے
پھر حسرت پیکان نگہ اے دل ناداں — ابتک تو ٹپکتا ہے لہو زخم جگر سے
رگ رگ میں ہے جوش مئے سر جوش انا الحق — دیکھا مجھے ساقی نے عجب مست نظر سے

آسی اسی حسرت میں مرے اور جیے ہم
بے پردہ نظارا ہو کہیں دیدۂ تر سے

قطرے میں کچھ نہیں پانی کے سوا کیا کہیے — بات کہنے کی نہیں ہے بخدا کیا کہیے
ہم کہاں ہم تو ہیں معدوم مگر ہے کوئی — کہدیں کچھ صاف تو ہوتے ہو خفا کیا کہیے
لالہ و گل میں اُسی رشک چمن کی ہی بہار — باغ میں کون ہے اے باد صبا کیا کہیے
سب بدل سکتے ہیں یہ سمع و بصر ہوش و خرد — میری سنتے نہیں میرے رفقا کیا کہیے
کعبہ جب گھر ہے تو بتخانے میں ہونا کیسا — اِسکو بیجا کہیں یا کہیے بجا کیا کہیے
ایک ہستی کے سوا کچھ بھی نہ جانا ہمنے — اے نکیرین پھر اور اسکے سوا کیا کہیے

آسی خاک نشیں ہے تو سیہ کار ضرور
سگ درگاہ رشیدی ہے بُرا کیا کہیے

رہ ملک عدم کا نام سُنکر دم نکلتا ہے — یہ وہ رستہ ہے جسمیں ہر مسافر مر کے چلتا ہے
نظر باز اُنکے گھر سے ہو کے متوالا نکلتا ہے — وہ جادو آنکھ کا مانند دور بادہ چلتا ہے
غم اُسکا کیا خرام ناز ہے جو دلکو ملتا ہے — کلیجا کیا کوئی نالہ ہے جو مُنہ سے نکلتا ہے
جوانی گو نہیں پر ناتوانی ہے ضعیفی کی — ملے جو کوئی چکنی وضع پاے دل پھسلتا ہے
بھویں تشبیہ سرو بے ثمر کو قطع کرتی ہیں — نہال قد وہی تلوار کا پھل جسمیں پھلتا ہے

ہوا تیری سمائی ہے جو اے ابر کرم سر میں
خوشی سے پھول کر کیا کیا حباب بحر اچھلتا ہے

بسان شمع سوز غم میں کیا اخفاے گریہ ہو
گلے کا ہار ہو جاتا ہے جو آنسو نکلتا ہے

ہر اِک داغ جگر میں جگمگاہٹ ہے ستاری کی
مگر کاغذ کیصورت عاشق لاغر بھی جلتا ہے

پڑا ہے نقش پا کیطرح عاشق تیرے کوچے میں
نہ اُٹھتا ہے نہ ہلتا ہے نہ پھرتا ہے نہ چلتا ہے

رہا کرتا ہے جھرمٹ اُنکے قدموں پر نگاہوں کا
تن شفاف پر پاے نظر ایسا پھسلتا ہے

پرایا حق وہ تھا جاتا رہا جو ہاتھ سے تیرے
بسان آسیا ناحق کف افسوس ملتا ہے

ملایا خاک میں ناقدریوں نے اہل بینش کی
جو نخل اشک آنکھوں سے گرا وہ کب سنبھلتا ہے

درخت باردر کیطرح پتھر روز کھاتا ہوں
جنون نخل قد یار مجھکو خوب پھلتا ہے

اگر شور شباب اتنا ہوا اِسکا تکبر کیا
گجر سے دوپہر کا آفتاب حُسن ڈھلتا ہے

بسان شمع آخر آپ رہجاتا ہے جل بُجھکر
کہیں آتش زبانی سے کسی کا کام چلتا ہے

نکھر آتا ہے راہ کوچۂ زلف معنبر سے
قبای گل کو ہر جھونکا صبا کا عطر ملتا ہے

اُن آنکھوں کی قسم کچھ گرمیِ دل کم نہیں ہوتی
خیال جنبش مژگاں اگر پنکھا بھی جھلتا ہے

ملا وہ ماہ پیکر اپنی آغوش تمنا میں
سراپاے طلب بھی صورت افلاک چلتا ہے

مطلع
مگر تار نفس سوز دروں سے آج جلتا ہے
بسان شمع شعلہ سا میرے سر سے نکلتا ہے

زمین شعر سے ہنگام وصف قامت جاناں
ہر اِک مصراع موزوں سرو بن بنکے نکلتا ہے

غم دنداں میں رشک ابر نیساں ہیں مری آنکھیں
دُر نایاب بن جاتا ہے جو آنسو نکلتا ہے

بندھا ہے جسمیں کچھ مضمون اپنی ناتوانی کا
بمشکل قافیہ اُس شعر کا پہلو بدلتا ہے

دم توصیف ابرو آسمان فکر آسی پر
مہ نو کیطرح ہر مصرع روشن نکلتا ہے

کلام درد آگیں کی صفائی جان لیتی ہے
عروس فکر آسی رونمائی جان لیتی ہے

دم نزع رداں اچھی طرح ثابت ہوا مجھکو
فرشتہ بن کے بھی تیری جدائی جان لیتی ہے

زبان موج ہر بھر کر یہ کہتی ہے حبابوں سے
ہوا سرکش کے سر میں جب سمائی جان لیتی ہے

بسان شمع بجھ جاتا ہے سارا جسم گھل گھل کر
جنوں نے آگ جب سر میں لگائی جان لیتی ہے

مگر عمر رواں کی شان رفتہ رفتہ پیدا کی
کہ اُس سرو رواں کی بیوفائی جان لیتی ہے

بجز عشاق سم ہے بوسۂ خال رخ جاناں
کہ بے عادت جہاں افیون کھائی جان لیتی ہے

بہت مشکل ہے جینا آدمی کو عاشقی کرکے
اجل جسوقت جسکے سر پہ آئی جان لیتی ہے

جو بڑاتا ہے سوتے میں بھی آنسی تو یہ کہتا ہے
الٰہی اب تو اُنکی پارسائی جان لیتی ہے

ذوق افزائے جنوں ہے اشتیاق غم مجھے
دل مراد رکار اُسکو اور اُسکا غم مجھے

میں وہیں سمجھا ملی جب کسوت آدم مجھے
عالم غم میں بنایا مرکز عالم مجھے

سجدے سے اُٹھنے نہیں دیتا کمال خم مجھے
آکے اُس در پہ ہے واجب شکر باغم مجھے

سب میں آتی ہے نظر کیفیت عالم مجھے
ہر حباب بحر کا ساغر ہے جام جم مجھے

کاش یہ سمجھو کہ میں کس شوخ کی تصویر ہوں
عیب سمجھتے ہو کہ دی ہے صورت آدم مجھے

ذرے ذرے میں ترا جلوہ سہی او آفتاب
دیکھنے دیتا ہے کچھ یہ دیدۂ پرنم مجھے

سنگباران حوادث اور یہ بسا خستہ جاں
میں یہاں کیا کرنے آتا لائے دیکر دم مجھے

آ لپٹ کر تجھسے رو لوں اے بہشت کوئے یار
آج کیوں اُسنے سنایا قصۂ آدم مجھے

اشک چشم غیر کی اللہ ایسی آبرو ہائے ہائے
گو ہر گوش صنم دیکھے بچشم کم مجھے

اور از ان بوسۂ رخسار اب کیا چاہیے
صاف زلفوں کیطرح اُسنے کیا برہم مجھے

ہائے سرگردانی ہر روزۂ مہتاب ہائے
داغ ماتھے کا نہوائے فکر بیش و کم مجھے

روز رستاخیز معنی ہر خیال تازہ ہے
اہل عالم جانتے ہیں دوسرا عالم مجھے

دلمیں کیا کیا حسرتیں تھیں جنکے تم قاتل ہوئے
پیٹنے دو کیوں رہے اب حسرت ماتم مجھے

میں تو تجھمیں محو تو صرف تنزل دمبدم
تیرے عالم نے دکھائے لاکھوں ہی عالم مجھے

یہ تو کھلتا وصل ہے آئینہ دار مدعا
خط جو لکھا اُسکو لکھنا تھا خط توام سب مجھے

کھو گئی شاید دوئی عشق لب جاں بخش میں
کہتے ہیں بیمار رشک عیسیٰ مریم ہے مجھے

گردن عاشق ہے وزن ہر بلائے آسماں
کچھ تو سمجھا تھا دیا تھا ضعف نے جب خم مجھے

دعوئ غمخواری اور اُسنا عدو سے جاں سرا
کر دیا کیا فرط غم سے خود سراپا غم مجھے

واقعی صہبا سے ذوق جلوۂ ہستی سوز ہے
وجد میں لاتی ہے آسی حالت شبنم مجھے

وصل ہے پر دل میں ابتک ذوق غم پیچیدہ ہے
بلبلا ہے عین دریا میں مگر نم دیدہ ہے

سجدہ تیرا فرض سمجھا جو ترا گرویدہ ہے
ماہ نو پیر فلک کا جبہہ سائیدہ ہے

بے حجابی یہ کہ ہر صورت میں جلوہ آشکار
گھونگھٹ اُسپر وہ کہ صورت اجتک نادیدہ ہے

دل کی وہ وسعت کہ نقطے سے بہم سات آسماں
جسم یہ لاغر خط وہمی سے جو کاہیدہ ہے

فتنہ زار حشر سب سمجھے ہیں جس میدان کو
دامن ناز نگہ کا گوشۂ جنبیدہ ہے

دیجیے کس چیز سے تشبیہ تیرے حسن کو
ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نادیدہ ہے

دم بخود رہنے دو کیوں رسوا ہو مجھکو چھیڑ کر
غیر دریا بلبلے میں اور کیا پوشیدہ ہے

دیکھکر محشر خرامی اُنکی اب سمجھا ہوں میں
ذرّہ ذرّہ کاروان فتنۂ خوابیدہ ہے

وادئ عرفاں میں داغ تہمت دخل دوئی
نقش پائے ناتوان عارف لغزیدہ ہے

مُنہ لگانا تھا کہ سب گرد کدورت دور تھی
بادۂ گلگوں مزاج عاشق رنجیدہ ہے

ہجر میں کیسا زمین و آسماں کا فاصلہ
جو ستارا ہے وہ داغ حسرت بالیدہ ہے

اتنے تھانوں میں سجدے ایک کعبے کے عوض
کفر تو اسلام سے بڑھکر ترا گرویدہ ہے

آدمی کی سرکشی غفلت ہے اپنی اصل سے
ذوق سجدہ قطرۂ اُفتادہ میں پیچیدہ ہے

بادۂ رنگ فنا کا شیشۂ نازک مزاج
یا حباب بحر یا میرا دل شوریدہ ہے

دیر کیوں اے اذن جنت منزل میزاں کے بعد
اتنو ظاہر ہے کہ میرا ہر عمل سنجیدہ ہے

عاشق گریاں نے رات اپنی تڑپ کر صبح کی
چشم اشک آلودہ بھی زخم نمک پاشیدہ ہے

چشم نقش پا ہو یا پامال انداز خرام کو
جسنے تیری چال کو دیکھا قیامت دیدہ ہے

حشر میں منہ پھیر کر کہنا کسیکا ہاے ہاے
آسی گستاخ کا ہر جرم نابخشیدہ ہے

مشتاق ترک لذت گفتار کیوں کرے
دیدار ہی کیواسطے اصرار کیوں کرے

جب تاب ہی نواے جگر سوز کی نہیں ہے
صیاد حرص مرغ گرفتار کیوں کرے

ہاں خود نہیں وہ سایہ ہی اُسکا سہی مگر
یوں بے حجاب رخ لبِ دیوار کیوں کرے

کھایا مجھے بھی غم نے عوض کا گلہ نہیں
غم اسلیئے تو اے مرے غمخوار کیوں کرے

فرصت کہاں نظارۂ رخسار یار سے
دل فصل گل میں رغبت گلزار کیوں کرے

تڑپے تو سر پہ ایک قیامت بپا کرے
زلف اُسکی ایسے دل کو گرفتار کیوں کرے

طاقت نہو جو دیکھنے والوں کی آہ کی
یوں کوئی اپنی وضع طرحدار کیوں کرے

اک ہاں میں بیقراریونکی ہے نہیں یہاں
گو وصل ناگوار ہو انکار کیوں کرے

گردن ہو اور بار کرم یہ کہاں قبول
اپنا ہی سر نہ کیوں ہو گرانبار کیوں کرے

بار و دکا تو ڈھر نہ کہیں ہو رقیب کا
یعنی وہ منع آہ شرربار کیوں کرے

ترچھی نگاہ تیغ جدائی سے تیز ہے
عاشق کی مرگ سہل وہ دشوار کیوں کرے

بوسے سے بڑھکے بھی جو کوئی شے لذیذ ہو
تسلیم کا عذر ہو تو تکرار کیوں کرے

کیسا کرم یہ ضعف میں ہے پینے کی گھات
سر پر تمہارے سایہ وہ دیوار کیوں کرے

موسیٰ اگر ملیں تو یہ ہے پوچھنے کی بات
دل ہی نہ ہو تو حسرت دیدار کیوں کرے

محشر میں کچھ غرض مئے دیدار سے نہیں
دور اخیر میں وہ گنہگار کیوں کرے

آسی کو بھی بنا ہی کے چھوڑا شراب نوش

جو یارسا ہو صحبت میخوار کیوں کرے

کچھ کہوں کہنا جو میرا کیجئے — چاہنے والے کو چاہا کیجئے
حوصلہ تیغ جفا کا رہ نہ جائے — آیئے خون تمنا کیجئے
فتنۂ روز قیامت ہے وہ چال — آج وہ آتے ہیں۔ دیکھا کیجئے
کسکو دیکھا اُن کی صورت دیکھکر — جی میں آتا ہے کہ سجدا کیجئے
فتنے سب برپا کیئے ہیں حسن کے — میری الفت کو نہ رسوا کیجئے
ہو مسلم وسعت ذوق نظر — قطرے میں جب سیر دریا کیجئے
نامرادوں کا جو شکوہ تلخ ہے — کیوں کسی کی بات مانا کیجئے
کون تھا کل باعث بے پردگی — آپ مجھسے آج پردا کیجئے
ایک وصل اُنکا وہ قسمت میں نہیں — اور کس شے کی تمنا کیجئے
حور جنت اُنسے کچھ بڑھکر سہی — ایک دل کیا کیا تمنا کیجئے
غیر پایا ہے نظر شمشیر تیز — میری ہی جانب کو دیکھا کیجئے
مل چکے اب ملنے والے خاک کے — قبر پر جا جا کے رویا کیجئے
نام اگر درکار ہے مثل نگیں — ایک گھر میں جم کے بیٹھا کیجئے
کردیا حیرت نے مجھکو آئینہ — بے تکلف مُنہہ دیکھا کیجئے
جوش میں آجائے رحمت کیطرح — ایک اِک قطرے کو دریا کیجئے

راہ تکتے تکتے آسی جل بسا
کیوں کسی سے آپ وعدا کیجئے

بجلے کیطرح آنکھونکو جو اندھا کرتے — تجھکو اے بحر کرم دل ہی میں دیکھا کرتے
بے ترے جینے کی کس جی سے تمنا کرتے — مرنہ جاتے جو شب ہجر تو ہم کیا کرتے
نالہ ہائے شب غم حشر یہ برپا کرتے — آج وہ ہم سے وفا وعدۂ فردا کرتے

دیکھتے کعبۂ ابرو کو تو سجدا کرتے
پاتے اُس مصحف عارض کو تو چوما کرتے

جا کے بتخانہ میں کسطرح نہ سجدا کرتے
بت میں بھی تو نظر آیا تو بتا کیا کرتے

یا الٰہی دل احباب کے ارمان کے ساتھ
اپنی محفل سے وہ دشمن کو نکالا کرتے

کشتۂ ضبط نفس ہو نہیں فلک شاہد ہیں
یہ کہاں ہوتے اگر ہم کوئی نالا کرتے

عالم اک آئینہ خانہ ہے ترے جلوے کا
ہم جدھر دیکھتے آخر تجھے دیکھا کرتے

چھیڑ کر باتیں بھی اِکدن نہ سنیں اس بت کی
سمجھے وہ تھا کہیں پتھر کو جو گویا کرتے

دل بیمار سے دعویٰ ہے مسیحائی کا
چشم بیمار کو اپنی نہیں اچھا کرتے

دل پر داغ یہ رو رو کے کہا کرتا ہے
آنکھیں پائی ہیں تو صورت تری دیکھا کرتے

جاے دل آے جو پہلو میں بجا تونے کیا
دل کو لیجاتے جو پہلو سے تو بیجا کرتے

حامل بار امانت ہو ظلوم اور جہول
اور کیا اس سے زیادہ مجھے رُسوا کرتے

ہم نہ سمجھے محرم بے پردگی خلوت خاص
کچھ تجھے شرم بھی آتی نہیں پردا کرتے

نہیں عکس آئینہ خانہ میں تو ذی عکس نہیں
وہی پنہاں تھے اگر ہمکو نہ پیدا کرتے

جانتے تھے کہ شب ہجر نہیں کٹنے کی
پھر وہ خوش ہو کے نہ کیوں وعدۂ فردا کرتے

آنکھ آئینہ کی اللہ نے بخشی ہوتی
مُنہ ترا صبحدم اُٹھتے ہوے دیکھا کرتے

گال والشمس ہیں۔ والنجم ہیں تل۔ صاد آنکھیں
مثل مصحف ہیں وہ آغوش میں آیا کرتے

صفحۂ آئینہ پہ ہمنے یہ مصرع لکھا
آنکھ والے تھے جو صورت تری دیکھا کرتے

جسکے دل چاک تھے ہم تھا وہی قاتل اپنا
صفت غنچہ نہ کیوں خون ہم اخفا کرتے

شمع ساں دل ہیں گداز آپکے جانسوزونکی
آپ محفل میں بلاتے بھی تو رویا کرتے

دیکھ سکتا فلک سفلہ اگر اتنا ہی
ہم تجھے چشم تصور ہی سے دیکھا کرتے

اپنے بیمار کے پاس انکو ضرور آنا تھا
مار ہی ڈالتے آکر جو نہ اچھا کرتے

تونے دعوائے خدائی نہ کیا خوب کیا
اے صنم ہم ترے دیدار کو ترسا کرتے

دسترس آرسی کیطرح اگر پا جاتا — گھورتا میں تجھے دشمن مرے دیکھا کرتے
کیا حبابوں میں ہوا عنصر فرہاد کی ہے — سر تو یہ باد ہوائی نہیں پھوڑا کرتے

زندگی فرقت دلدار میں کیا اے آسی
مر نہ جاتے جو شب ہجر تو ہم کیا کرتے

۱ نہ کبھی کے بادہ پرست ہم نہ ہمیں یہ کیف شراب ہے — لب یار چومے ہیں خواب میں وہی جوش مستی خواب ہے
۹ مے عشق جس سے ٹپکتی ہے دل سوختہ وہ کباب ہے — جو کرے کباب دل و جگر اسے سمجھیں ہم کہ شراب ہے
۴ کبھی میری بھی تجھے چاہ تھی تیری دلمیں میری بھی راہ تھی — کبھی اسطرف بھی نگاہ تھی کہ یہ سب خیال ہے خواب ہے
۳ وہی پیش چشم ہے یا ہر نظر مگر اب بھی شوق نقاب ہے — وہی میری ہر رگ و پے میں ہے مگر اب بھی مجھسے حجاب ہے
دل مبتلا ہے ترا ہی گھر اسے رہنے دے کہ خراب کر — کوئی میری طرح تجھے مگر نہ کہے کہ خانہ خراب ہے
اگر آنکھ کھولو تو کچھ نہیں اثر وجود بجز فنا — ہے سواد ہستی بے بقا کہ بیاض چشم حباب ہے
انھیں کبر حسن کی نخوتیں مجھے غیض عشق کی حیرتیں — نہ کلام ہے نہ پیام ہے نہ سوال ہے نہ جواب ہے
دل عندلیب پہ شوق نہیں گل و لالہ کے یہ ورق نہیں — مرے عشق کا وہ رسالہ ہے ترے حسن کی یہ کتاب ہے
کوئی گل نہیں کہ جسمیں ہو مری گل کی نکہت جانفزا — مرے مست کرنے کو پھول بھی تو چمن میں بادۂ ناب ہے
یونہیں اپنے کوچے میں رہنے دے نہ عبث اٹھا کے ستا مجھے — جو اٹھے تو دو جگر اٹھے کہیں مجھمیں اٹھنے کی تاب ہے
کبھی تجھکو دلمیں بھی غور ہے کہ نظارے کا یہی طور ہے — یہ سمجھ تری کہ وہ اور ہے یہی منہ پہ اسکے نقاب ہے
جو حجاب تھا وہ اٹھا مگر کہ وہ دلمیں اب ہوئی جلوہ گر — مرے گھر میں یار کا کیا گذر یہ خیال کیجئے کہ خواب ہے
کہیں پوچھے ہی اٹھے وہ صنم کوئی دم کٹا ہے بغیر غم — وہ محاسبے ہیں کہ دمبدم مجھے خوف روز حساب ہے

وہ ہزار آسی زار سے ملیں لطف سے رحم پیار سے
مگر اپنے دل میں نہ دینگے گھر کہ وہ ایک خانہ خراب ہے

بس مرگ تو اسکو میں دیکھوں بھلا کہیں ایسی بھی بخت خدا دے مجھے
سر گور جو آئے وہ ماہ لقا کوئی خواب لحد سے جگا دے مجھے

ترے بار فراق سے پس ہیں گیا دل غمزدہ سینے میں خون ہوا
مگر اب بھی تو کوئی برنگ حنا ترے قدموں سے لپٹے لگا دے مجھے

دم مرگ غضب ہے وہ گرم نظر ہوئے رشک مسیح وہ ہونٹھ اگر
یہی کھیل ہے اندنوں آٹھ پہر وہ جلادے بجھے یہ جلادے مجھے

میری آفت جاں ہے وہ کج نظری مجھے نیست کرے گی وہ بے کمری
یہی چال جو اسکی ہے ناز بھری تو نہ خاک میں کیسے ملا دے مجھے

کسی طرح تو سنبھلے یہ جان حزیں مرے پاس وہ آئے ضرور نہیں
رہے دور ہی مجھسے وہ ماہ جبیں مگر اپنی جھلک تو دکھا دے مجھے

ہوئی عمر فراق میں مجھکو مرے ترے ساغر چشم ہیں دونوں بھرے
وہ آب حیات کو مات کرے کوئی ایسی شراب پلادے مجھے

ترے کوچے میں آکے کھڑا ہوں صنم نہ ہے آنکھوں میں جان نہ سینے میں دم
یہ پڑا جو ہوں صورت نقش قدم کوئی خاک میں آکے چھپا دے مجھے

یہی حسرت دل ہے کہ اے مرے رب ہی اتنی تو ہمت خیر دے اب
کروں وصل میں بوسے میں جتنے طلب وہ کچھ اور بھی اوس سے سوا دے مجھے

جو وہ تیغ نگاہ کہیں ہو علم کوئی پوچھے نہیں جو بپا ہو ستم
کہیں سر ہوں بدن سے کسی کے قلم کہیں خون میں آکے ڈبا دے مجھے

یہی سوچ ہے آسی خستہ جگر مرے خشک ہوں کیسے یہ دامن تر
وہی دامن پاک سے اپنے مگر کہیں کھا کے جو رحم ہوا دے مجھے

آج وہ ہیں مجمع احباب ہے	ایک مہجور آسی بیتاب ہے
میرے جسم زار کا ہر رونگٹا	نالۂ زار فرقت احباب ہے
ہے دُرِ خوش آب دریائے وجود	ہجر میں دل ماہی بے آب ہے

ذرہ ذرہ کوچۂ سفاک کا — محشرستانِ دلِ احباب ہے
کچھ نہیں ہوتا ہے جبتک کچھ نہو — یہ طلسم عالم اسباب ہے
موت تھی یا بیقراری کا علاج — میت اپنی کشتۂ سیماب ہے
دیکھیے حوریں دکھائی جاتی ہیں — امتحان عاشق بیتاب ہے
وصل میں پھر بناسے زندگی — ہر سپیدہ صبح کا سیلاب ہے
میری آنکھیں اور دیدار آپ کا — یا قیامت آگئی یا خواب ہے
ڈوب اسے غواص دریای طلب — وصل جاناں گوہر نایاب ہے
قطرہ دریا کا سوایا ہو گیا — روسے چار آنسو جہاں پایاب ہے
اسے نمک زار تبسم واہ وا — زخم سینے کا گل شاداب ہے
وصل ہو دور دہن ہو یا کمر — ان میں جسکو دیکھیے نایاب ہے
قصر تن پیری میں مسجد ہو گیا — قد جہاں خم ہو گیا محراب ہے
روز فرقت بھی ہے کیا رنگیں مزاج — بادۂ گلرنگ خون ناب ہے

چوٹ کھائی تم سے اسے آسی کہیں
کچھ نہ پوچھو دل آج لذت یاب ہے

عیاں ایسے کہ ہر شے میں نہاں تھے — نہاں ایسے کہ ہر شے سے عیاں تھے
حجاب گنج مخفی میں نہاں تھے — الٰہی ہم کہاں آئے کہاں تھے
کسی نے بھی نہ دیکھا ہم جہاں تھے — بدن تھی خلق ہم مانند جاں تھے
بسان نالہ سر کھینچا ہے باہر — ہم اہل درد کے دل میں نہاں تھے
رہے رستے ہی میں قدموں نے چھوٹ کر — مگر ہم نقش پائے رفتگاں تھے
جب اس کوچے کی حاصل تھی گدائی — خداوند زمین و آسماں تھے
ہوئے ظاہر بسان نور باطن — دل ارباب دل میں ہم نہاں تھے

ترے کوچے میں جب چلنا پڑا تھا
بسان اشک آنکھوں سے رواں تھے

کچھ ایسے نشۂ ہستی سے بہکے
نہیں جانا کہاں آئے کہاں تھے

سراپا درد تھے مانند دل ہم
مرض تھے پر نصیب دوستاں تھے

کہاں داغ اسکی الفت کے کہاں دل
یہ درہم گنج مخفی میں نہاں تھے

نہ دوڑے جز سواد کوچۂ یار ع
مگر ہم بھی خیال دوستاں تھے

ع یہ مصرع نسخہ میں سے صاف نہیں پڑھا گیا ۱۲

نہ کیوں صیاد وقت مرگ آتا
کہ ہم باغ جہاں میں مرغ جاں تھے

نہ ہرگز بزم ساقی میں رکے ہم
مگر دور شراب ارغواں تھے

حائل تھے گلوے دخت رز میں
مگر دست خیال مہوشاں تھے

رہی راتوں کو اکثر سیر افلاک
مگر ہم تیر آہ بیکساں تھے

کہاں ڈالا خلل وصل عدو میں
مگر ہی تھے نہ ہم بانگ اذاں تھے

بہار باغ ہستی تھی ہمیں سے
نظر سے گو برنگ بو نہاں تھے

عیاں ایسے کہ تھے سب سے نہاں ہم
نہاں ایسے کہ ہر شے میں عیاں تھے

نہ تھا معشوق جس میں غیر عاشق
عجب خلوت تھی وہ بھی ہم جہاں تھے

اٹھے ہم اٹھ گیا پردہ دوئی کا
ہمارے اسکے بس ہم درمیاں تھے

چلے زیر زمیں بے بال و پر آج
کبھی ہم طائر عرش آشیاں تھے

نہ شکر اسکا کیا تلوار کھا کر
کہ زخم اپنے دہان بے زباں تھے

کچھ ایسی تھی شب غم کی چڑھائی
کہ نالے شمع بزم لامکاں تھے

گئے وہ دن کہ ہر دم یہ جگر دل
لہو بنکے آنکھوں سے رواں تھے

نہ رہتے تھے ٹھکانے ایک ساعت
کبھی ہم بھی حواس عاشقاں تھے

گلستان جہاں میں کون ٹھہرا
جو سرو آسے نظر سرو رواں تھے

خدا نے انکو پہنچایا ہدف تک
خدنگ آہ تیر بے کماں تھے

جو اُس محفل میں ہم جانے بہی پاے
پیاپے آنسو آنکہوں سے رواں تھے

ق

نہ نکلی بات موںہہ سے صورت شمع
زباں ایسی ہتی گویا بے زباں تھے

مرے پہلو میں کل بیٹھے تھے آسی ؒ
مگر جب تک تھے مثل دل تپاں تھے ؒ

غلط ہی آسی یہ بد گمانی وہاں کسیکا گذر نہیں ہی
کہ آجتک تیری حالتونکی کہیں کسیکو خبر نہیں ہے

وہ حال اسطرح پوچھتے ہیں کہ اُنکو گویا خبر نہیں ہے
تجاہل ایساہی درد دل سی کہ دلمیں جسطرح گھر نہیں ہے

وہ کیوں سہیں حسن کا تقاضا ہی نہ ہے کچھ حجاب میرا
نقاب اُلٹیں وہ بے تکلف کہ مجھکو تاب نظر نہیں ہی

وصال و فرقت کے شکر شکوی تو کیوں ہو دیدار کی تمنا
جو غیر اُسکے کسیکو دیکھے کبھی وہ صاحب نظر نہیں ہی

ہم اور ضبط اب کہاں وہ طاقت چھپائیں اب کیسیں سر الفت
تمہاری تیروں نے چھان ڈالا وہ دل نہیں وہ جگر نہیں ہی

کہو نہ کہتے تھے ہم یہ تم سے کہ حسن و عشق آخر ایک ہونگے
دیئے ہیں وہ بارغم نے جھونکے کہ اب یہاں ہی کمر نہیں ہی

بسان عمر رواں کسی کو سفر نہ پیش آی بیکسی کا
کہ راہ میں نقش پا نہیں میل رہ نہیں راہبر نہیں ہی

کہاں وہ آے کدہر سے آے کہاں وہ ٹہری کدہر سدہارے
اُنہیں میں ہم محو تھے کچھ ایسے کہ اُنکی ہی کچھ خبر نہیں ہے

نہ کیوں ہو دل کو یقین پیدا شہادت اُنکی ہی غیب اُنکا
نقاب منہ پر نہیں ہی لیکن کسیکو تاب نظر نہیں ہے

رقیب جبتک کہ اُٹھ نہ جای ہمیں تو پاس اپنے کیوں بلائے
سوا ترے کچھ نظر نہ آئے ہماری ایسی نظر نہیں ہے

جو اپنے دم سے ہی آدمی کو نصیب ہو اتحاد کامل
کسے نہیں خلوت انجمن میں وطن میں کسکو سفر نہیں ہے

خفا نہو مانو بات میری نہ راہ لو غیر کی گلی کی
یہ سچ ہی بیخود پڑا ہے آسی مگر کبھی بیخبر نہیں ہے

دل عاشق میں قلق حد سے سوا ہوتا ہی
ذکر محبوب بہی اندوہ فزا ہوتا ہے

بت پندار جو اسمیں سے جدا ہوتا ہے
بہی دل رتبے میں کعبے سے سوا ہوتا ہے

انہیں کانوں سے انا الحق کی سُنے ہیں نعرے
آدمی میں عشق میں کیا جانئے کیا ہوتا ہی

حُسن کی چارہ گری کا ہی بڑا شور مگر
درد اُلفت کہیں محتاج دوا ہوتا ہے

غیر کو غیر جو کہیئے تو غلط ثابت ہو
اور کہیئے کہ وہی ہے تو خفا ہوتا ہے

عشق کامل ہو تو مرشد نہیں ایسا کوئی
خود وہی قبلہ وہی قبلہ نما ہوتا ہے

سوئے منصور انا الحق کی غلط نسبت تھی
کوئی کہدے کہیں بندہ بھی خدا ہوتا ہے

دل جو تھا خاص گھر اُسکا نہ بنایا افسوس
مسجد و دیر بنایا کرو کیا ہوتا ہے

دلربائی تری ہر بار نرالی نکلی
واہ رے حسن کہ ہر جلوہ نیا ہوتا ہے

امتیاز من و تو کچھ بھی تو باقی رہتا
بادۂ جلوہ غضب ہوشربا ہوتا ہے

دشمن زیست جدائی ہی تو ملنا کیا ہی
قطرہ دریا سے جو ملتا ہی فنا ہوتا ہے

غیر سے قطع نظر چاہیئے شیدائی کو
حاصل خلوت و بزم ایک مزا ہوتا ہے

محو و اثبات کے جھگڑے میں پھنسا کر ہمکو
دیکھیں کب لطف ترا عقدہ کشا ہوتا ہے

بے حجابی تھی پسند انکو ابھی کل کی ہی بات
آج پردے میں ہیں پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے

ذرۂ خاک قدم سلطنت ہفت اقلیم
کیا گدائے در دلدار گدا ہوتا ہے

پھر گئے خلد کو آدم مگر ابلیس تو جلے
نہ بُرا سوچ کسیکا کہ بُرا ہوتا ہے

جسمیں دیدار ہو وہ بھی قیامت کوئی
یہ قیامت ہے کہ وہ مجھسے جدا ہوتا ہے

ابھی دیکھا نہیں اُسپر تو یہ بیتابی ہے
دیکھیئے دیکھکے کیا حال مرا ہوتا ہے

ہمت شیخ کی صیقل کی بدولت آسیؔ
یہی دل آئینۂ روئے خدا ہوتا ہے

زخم دل ہم دکھا نہیں سکتے
دل کسیکا دکھا نہیں سکتے

ہاں وہ صورت دکھا نہیں سکتے
کیا صدا بھی سنا نہیں سکتے

وہ یہانتک جو آ نہیں سکتے
کیا مجھے بھی بلا نہیں سکتے

لذت اِک گونہ چاہیئے مجھکو
کیا وہ دل بھی دکھا نہیں سکتے

وعدہ بھی ہے تو ہے قیامت کا
جسکو ہم آزما نہیں سکتے

دل بھی نکلا حریف عنقا کا — اب کہیں تجھکو پا نہیں سکتے
مدد اے نالہ ہاے بے تابی — سوتے ہیں وہ جگا نہیں سکتے
اب سے پھر جاؤ حضرت موسیٰ — تاب دیدار لا نہیں سکتے
اُنکو گھونگھٹ اُٹھانے میں کیا عذر — ہوش میں ہم جو آ نہیں سکتے
عشق کیسا توان فزا نکلا — کسکے طعنے اُٹھا نہیں سکتے
کسکے دل تک پہونچتی ہے یہ بات — دل دشمن دکھا نہیں سکتے
مانگتے موت کی دعا لیکن — ہاتھ دل سے اُٹھا نہیں سکتے
اُنسے اُمید وصل اے توبہ — وہ تو صورت دکھا نہیں سکتے
آپ بھی بحر اشک ہیں گویا — آگ دل کی بجھا نہیں سکتے

اُن کو دعواے یوسفی آسی
خواب میں بھی جو آ نہیں سکتے

جز ہم سخناں نہ کوئی ملا قدرداں مجھے — آنکھیں کسیکی کہتی ہیں جادو بیاں مجھے
کرنا ہی بزم شعر میں وصف دہاں مجھے — دم بھر کو آج کر دے خدا غیب داں مجھے
لائی عدم میں کشتی عمر رواں مجھے — پہونچا دیا ہے بیٹھے بٹھائے کہاں مجھے
آغوش میں بھی چاندسی صورت نظر رہے — رحمت اگر ملی صفت آسماں مجھے
بلبل نہیں میں طائر نکہت ہوں اے نسیم — ہے ایک غنچہ سا قفس آشیاں مجھے
گلہای نقش پا کیطرح باغ دہر میں — جو چل گئی ہوا ہوئی باد خزاں مجھے
جائے سخن زباں سے شعلہ بلند ہے — محفل میں ایک شمع ملی ہم زباں مجھے
سنتا ہوں یار کے لب چاہ ذقن ہی میں — یوسف نہ گر پڑیں تو نہ کہنا کنواں مجھے
اے مشت خاک چل دیے بہ شوق [illegible] — لازم ہے سمجھیں گرد پس کارواں مجھے
اے نقش پا ہدایت راہ فتادگی — تلقین نالہ اے جرس کارواں مجھے

رخنے سلاسل تھے دل میں صورت زنجیر تھا
دمسازیوں نے تیری سکھائی فغاں مجھے

صدموں نے ہجر کے مجھی بے کیف و کم کیا
کیوں وصل میں ہو قید زماں و مکاں مجھے

دل کیا کہ جا نہیں ہے جگہ تیری ای پری
قد سہی ہوا الف لفظ جاں بے مجھے

پیارے کیطرح شعلۂ غم لیکے اُڑ گیا
ڈھونڈھو گے بھی تو پاؤ گے اب تم کہاں مجھے

سینے میں دل اگر نہ ہے حرص نالہ کیوں
کیا بات کہہ گیا جرس کارواں مجھے

صبر و قرار و ہوش و خرد کسکو روئیے
پامال کر رہا ہے غم رفتگاں مجھے

حق پوچھئے تو بات یہی انصاف کی ہے یہاں
نام عدو لیا تو کہا بد زباں مجھے

باغ جہاں میں طائر رنگ پریدہ ہوں
خوف قفس ہے کچھ نہ غم آشیاں مجھے

گذرا میں اپنی جان سے کسکا برا کیا
کیوں خاک میں ملاتے ہیں اہل جہاں مجھے

ملتا ہوں دم میں راہروان عدم سے میں
بانگ جرس ہے ہر نفس کارواں مجھے

کیونکر کہوں کہ چار نگاہیں عدو سے کیں
آدھی نگاہ نے تو کیا نیم جاں مجھے

لائی عدم سے لے بھی چلی جانب عدم
کیسی رفیق رہ ملی عمر رواں مجھے

وہ آہ کر کہ پھونک دی دونوں جہاں کو
بھڑکا رہا ہے شعلۂ سوز نہاں مجھے

خار سر حریم چمن ہوں میں ناتواں
گلچیں سے ڈر ہے کچھ نہ غم باغباں مجھے

گذرا جدھر سے جوش جنوں میں ہدف بنا
پیر و جوان خلق ہیں تیر و کماں مجھے

جاتا تو ہوں عیادت چشم علیل کو
پھینکیگی خاک پر نگہ ناتواں مجھے

اغیار پر نگاہ کرم میرے سامنے
کیا تیر مارتا ہے وہ ابرو کماں مجھے

اس قافلے میں ہوں جرس کارواں کیطرح
کرتا ہے سینہ کوب غم ہمرہاں مجھے

آسی شہید عشق ہوں مردا نہ جاننا
مرکر ملی ہے زندگی جاوداں سے مجھے

میں اور سے ناب مرا منہ یہ کہاں ہے
تلچھٹ بھی اگر دے کرم پیر مغاں ہے

میرے سر شوریدہ کو محروم نہ رکھنا
سنتا ہوں کہ چوکھٹ تری ماوای جہاں ہے

کیا راہ طلب مر کے بھی طے ہوتی ہے آسی
آسودگی حرفیست یہاں ہے نہ وہاں ہے

فنای ہستی عاشق وصال جاودانی ہے
ہماری جان کا دشمن ہمارا یار جانی ہے

کہاں مسکن کہاں مدفن کہاں ہنگامۂ محشر
ہوای دولت دیدار میں کیا خاک چھانی ہے

پھر مزاج اُس رند کا کیونکر ملے
جسکو اُسکے ہاتھ سے ساغر ملے

ظاہر و مظہر میں فرق ایسا نہیں
پیر ہاتھ آیا تو پیغمبر ملے

کسقدر ٹھہرا بلند اُن کا مقام
مل گیا مولا جسے حیدر ملے

یہ بھی ملنا ہے کہ بعد از صد تلاش
حد وہم و فہم کے باہر ملے

میری آنکھیں اور اُسکی خاک پا
تیرے کوچے کا اگر رہبر ملے

کعبہ بتخانہ کلیسا صومعہ
پھرتے ہیں در در کہ تیرا گھر ملے

وصل ہے سر جوش صہبای فنا
پھر اگر کوئی ملے کیونکر ملے

ملنے کے پہلے فنا ہونا ضرور
پھر فنا جو ہو گیا کیونکر ملے

کچھ نہ پوچھو کیسی نفرت ہم سے ہے
ہم ہیں جبتک وہ ہمیں کیونکر ملے

آسی گریاں ملا محبوب سے
گل سے شبنم جسطرح رو کر ملے

ہے صید فنا جو ہدف تیر نظر ہے
چیرو مرے سینے کو نہ دل ہے نہ جگر ہے

او خنجر نازبت طناز کدھر ہے
درد دل عاشق کی دوا زخم جگر ہے

ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ
دُنیا جسے کہتے ہیں عجب راہگذر ہے

وہ دور چلا جام مئے بیخبری کا
ہم وہ ہیں کہ وہ ہم نہیں اتنی بھی خبر ہے

عمر اپنی رواں ہے تو اقامت ہے سفر کا
سمجھے اگر انسان تو دن رات سفر ہے

سنتے ہیں کہ ہر سمت نظارہ ہے اُسیکا
جو آگے نہ پیچھے نہ اِدھر ہے نہ اُدھر ہے

شرم آتی ہے کہتے ہوئے عاشق ہوں کسی کا
نالوں میں نہ تاثیر نہ آہوں میں اثر ہے

تھیں یاس کی نظریں مری یا تیر قضا تھے
صف بندی مژگان صنم زیر و زبر ہے

عاشق کے لب خشک ہوں یاد لب تر
یا ہر ترے دست سے کوئی لب خشک نہ تر ہے

کیا روشنی اس عارض پر نور کی ہوگی
جب نقش قدم رشک دہ شمس و قمر ہے

انجام کی منزل ہے کڑی دیکھئے کیا ہو
دنیا میں جو آئے ہو یہ آغاز سفر ہے

وہ تیغ نگہ پیک اجل اور میرے پاس
ٹوٹے ہوئے دل کی وہی ٹوٹی سی سپر ہے

جز نام و نشاں اور پتا کچھ نہیں اسکا
عشاق کی ہستی بھی حسینوں کی کمر ہے

پہونچوگے اسی کوچے میں جس راہ سے جاؤ
جو راہ ہے اس کوچے کی پر خوف و خطر ہے

شمشاد سے آسی کے محبوب نگ ستی ہیں
اپنی نہ خبر کچھ نہ پرائے کی خبر ہے

لغزش ہوئی جب حضرت آدم سے نبی کو
آسی کو برا کیوں کہو وہ بھی تو بشر ہے

قطرہ وہی کہ روکش دریا کہیں جسے
یعنی وہ میں ہی کیوں نہ ہوں تجھسا کہیں جسے

وہ اک نگاہ اے دل مشتاق اضطراب
آشوب گاہ حشر تمنا کہیں جسے

بیمار غم کی چارہ گری کچھ ضرور ہے
وہ درد دل میں دے کہ مسیحا کہیں جسے

اے حسن جلوہ رخ جاناں کبھی کبھی
تسکین چشم شوق نظارا کہیں جسے

اس ضعف میں تحمل حرف وصال کہاں
ہاں بات وہ کہوں کہ نہ کہنا کہیں جسے

وہ ایک ذرہ خاک قدم بہر چشم شوق
موسی نگاہ مہر تجلا کہیں جسے

ہمبزم ہو رقیب تو کیونکر نہ چھیڑئے
آہنگ ساز درد کہ نالا کہیں جسے

پیمانہ نگاہ سے آخر چھلک گیا
سرجوش ذوق وصل تمنا کہیں جسے

آسی جو گل سے گال کسی کے ہوئے تو کیا
معشوق وہ کہ سب سے نرالا کہیں جسے

عشق نہ آجائے کہیں مانند موسیٰ دیکھئے ~ میری آنکھوں سے نہ اپنا آپ جلوا دیکھئے

دیکھکر مُنہ یار کا کیا جانئے کیا دیکھئے ~ مُنہ دکھائی دے اگر اوسکی کف پا دیکھئے

نور و ظلمت جو ہو سب میں ایک جلوا دیکھئے ~ رنگ بیرنگی ہیں سب میں رنگ پیدا دیکھئے

میں نہیں کہتا کہ سنبل یا نہ لالا دیکھئے ~ زلف و روے یار کا ہی انیس جلوا دیکھئے

جی میں ہے اپنے ہی جامے میں وہ جلوا دیکھئے ~ وسعت دامان صحراے تمنا دیکھئے

صبح پیری میں تو ایسا ہو کہ مثل پیر صبح ~ چاک دل میں شاہد خورشید سیما دیکھئے

کی نظر جیسے مرے باطن میں تو ظاہر ہوا ~ وہ ہی قطرا ہے نہ جس قطرے میں دریا دیکھئے

آفتاب روئی لیلےٰ جلوہ گر ذرونمیں ہے ~ چشم مجنوں سے جو موج ریگ صحرا دیکھئے

میں تصور سے اوٹھا دیتا ہوں پردا بیچ کا ~ ہجر کی شب آپ ہی میرا اثر پنہا دیکھئے

دل بنا ہر جزو تن ہر داغ دل اک چشم شوق ~ اپنی دید اپنے تصور کی تمنا دیکھئے

کیا لگایا ہے ہجوم غم نے میلا اندنوں ~ آئے ہی دل میں عاشق کے تماشا دیکھئے

حسب استعداد طالب چاہئے فیض کرم ~ منہ ہمارا دیکھئے اور ایک بوسا دیکھئے

خامشی اچھی نہیں اے خضر راہ مدعا ~ کچھ تو کہئے گو یہی کہئے کہ رستا دیکھئے

آپ سے جو پردۂ افلاک میں چھپتا نہ تھا ~ ہم نے سینے میں چھپا رکھا وہ جلوا دیکھئے

کیا بتاؤں کسنے نظروں میں کیا عالم سیاہ ~ آئینے میں اپنی آنکھیں دیکے سرما دیکھئے

سر برہنہ پھر رہے ہیں ہم بسان آفتاب ~ آنکھ اگر ٹھہرے تو نور داغ سودا دیکھئے

دید کے قابل سبھی ہر لالہ و گل اے بہار ~ کچھ نظر آتا نہیں تیرے سوا کیا دیکھئے

وہ نظر دے برق خرمن سوز پندار خودی ~ تو ہمیں میں ہو مگر تجھکو اکیلا دیکھئے

موسیٰ و جبریل کی بھی ذنگ ہے دید و شنید ~ دیکھنا سنئے ہمارا اور سننا دیکھئے

کرتی ہے دیوانہ آخر آپکی تصویر بھی ~ محو زینت ہوکے آئینہ نہ اتنا دیکھئے

صورت نقش کف پا خاک میں ملنے کے بعد ~ اپنے رستے میں مرا آنکھیں بچھانا دیکھئے

خاک میں ملکر بھی آنکھیں بند ہوں ممکن نہیں
راہ تیری صورت نقش کف پا دیکھیے

آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی میری زندگی
لیجیے مرتا ہوں اب مرنا تو میرا دیکھیے

کیا پیا ہے جل رہا ہے دور صہبائے فنا
رنگ ذوق محفل امواج دریا دیکھیے

خاک ہو کر بھی نہ چھوڑیں دامن محبوب ہم
دست مجنوں دیکھیے دامان صحرا دیکھیے

رات آسی کہتے تھے اپنے سیہ خانے کو گور
جیتے جی مرجاتے ہیں عاشق تماشا دیکھیے

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے
پر یہ حیرت ہے کہ اوس کوچے سے کیونکر نکلے

آتے ہیں پیکر وہمی میں یہاں مثل حباب
نذر قاتل ہے اگر سر تہ افسر نکلے

شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا
کیا وہ رکھے ہوئے سر پر کلہ زر نکلے

دیکھکر حسن بتاں منہ سے نکلتا ہے درود
پھول نکر بھی میری نظروں میں یہ پتھر نکلے

وہ چلے چال کہ پامال ہے سارا عالم
جان تم بھی صفت چرخ ستمگر نکلے

کوے قاتل سے کروں میں سفر ملک عدم
کوئی رستا جو بسان دم خنجر نکلے

ہیں وہ مے نوش کہ لالے کیطرح خاک سے بھی
ہم چڑھائے ہوئے جام مے احمر نکلے

کون یوسف کیطرح باغ میں بکنے آیا
کہ گل و غنچہ لئے مٹھیوں میں زر نکلے

دیکھکر جنگ سخن مصرع پڑا آپ مرے
مثل ابروے صنم باندھ کے خنجر نکلے

پھر سیہ بخت ہی کہلاؤں سویدا کی طرح
دل روشن میں بھی بالغرض اگر گھر نکلے

ترک چشمان صنم لڑ گئے آپس ہی میں
دونوں جانب سے بھنویں کھینچی ہیں خنجر نکلے

کوچۂ خاک دل خستہ دلاں کیا کہنا
الٹو جس ذرہ کو اوس کوچے میں دلبر نکلے

آنسوؤں میں ہو کہاں عکس فگن حسن ترا
دل کے ٹکڑے مری آنکھوں سے مقرر نکلے

کھیل سمجھا ہے کچھ افشائے سیہ کاری عشق
دیکھنا دود جگر منہ سے نہ باہر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں اے دل کہ وہ فرماتے ہیں
آؤں گھر میں ترے میں غیر جو باہر نکلے

وہ نسیم نفس صبح سے کھلاتے ہیں	کیوں یہ آہ شب غم صورت مرصر نکلے
شکر نجروی آب حیوان لب یار	ہمسے درویش بھی ہم بخت سکندر نکلے
باندہ دوں مژدہ مرگ شب غم کا نامہ	طائر جان کہیں مانند کبوتر نکلے
دل ہی کہو بیٹھے جو سینے سے لگایا اونکو	دل جنہیں سمجھے ہم افسوس وہ دلبر نکلے
حسرت کوچہ محبوب میں کی باغ کی سیر	خار و گل دونوں نگاہوں میں برابر نکلے
یوں بتانے کے لئے عرش سے بھی دور بتا	تو سہی یار کہ پہلو میں ترا گہر نکلے

طائر جان و دل آسی شیدا دونوں
بلبل گلشن رخسار پیمبر نکلے

سب یہ جانیں کہ غزل آسی میںوش کی ہو	فرد	شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے
مرکے وعدہ سے ایجان عذر بے دہنی	فرد	جو مُنہ نہیں تو نہیں تمنے مُنہ سے کیونکر کی

خمسہ

وقت آخر ہیں تیرے منتظر کے — نہ جیا کوئی عاشقی کرکے
اب بہی کہتا ہے آہیں بہر بہر کے — کون جیتا ہے اے صنم مرکے
آو تو دیکہ لیں نظر بہر کے

جھک کے لینا وہ ہائے تیرے قدم — ٹھوکریں مارنا ترا ہر دم
مرکے بہی اے صنم خدا کی قسم — سر کو ٹکراتے ہیں لحد میں ہم
لطف بھولے نہیں ہیں ٹھوکر کے

ہائے کیا میکشی کو چاہے جی — ابتو خواہش نہیں ہے جینے کی
جام مے نے یہاں جو گردش کی — ساقیا چشم یار یاد آئی
دے مجھے ساغر اجل بھر کے

کوئی ہے عشق باز اس میں گڑا — اس لحد پر جو کان رکھیے ذرا
یہی آتی ہے دردناک صدا — منہ دکھانے کا کس نے وعدہ کیا
منتظر ہیں جو روز محشر کے

سر فدا کرنے کی جو حسرت تھی — آتش شوق قتل تھی بھڑکی
گردن اوس نے جو اے جنوں کاٹی — کیا بجھائی ہمارے دل کی لگی
صدقے اوس آبدار خنجر کے

ہجر میں ہو وا شد دل زار — گئے سیر چمن کو آخر کار
اک نیا گل کھلا وہاں ہر بار — یاد آیا چمن میں جب قد یار
صدقے ہوئے نہ لگے صنوبر کے

دیکھ تو اے بے نوا کی طرح — تیرے کوچے میں ہو گدا کی طرح
کہہ رہا ہے کھڑا صدا کی طرح — خاکساری میں نقش پا کی طرح
رہنما ہیں ہر ایک رہبر کے

ارے سنتا ہے او دل شیدا — تالیوں کی کچھ آ رہی ہے صدا
ہوش کیوں اوڑ گئے ہیں آنکھ اوٹھا — ناگہاں اوس طفل کو گر پہونچا
جو کبوتر وہاں اوڑے پر کے

ہے لطافت میں جو سے شیر یہ بحر — ہوئی آسی کو دل پذیر یہ بحر
نہ سمجھنا کہ ہے حقیر یہ بحر — کرے طوفان بپا وزیر یہ بحر
باندھوں مضموں جو دیدۂ تر کے

ایضاً

برنگ خود چہ بسپرد می مادر دست حیرانی — سوئے مسجد بری گاہے گہے در دیر برسانی

اگر می پیچدت در سر ہوائے قرب ربانی　　بدہ دست یقیں ایدل بدست شاہ جیلانی
کہ دست او بود اندر حقیقت دست یزدانی

ندانم تا چہ شانے دارد آں سلطان گیلانی　　نیفتد مشکلے ایدل کہ نکشاید بآسانی
کہ ترسا رے بیک لمحہ ولے سازد مسلمانی　　امیر دستگیر غوث اعظم قطب ربانی
حبیب سید عالم زہے محبوب سبحانی

نشد معلوم ما ہرگز شہنشاہا چہ سلطانی　　کہ فخر ہر ملک باشد بدرگاہِ تو دربانی
بمعنی احمد مرسل توئی یا شاہ جیلانی　　کہ میگوید ترا در حسن و خوبی یوسف ثانی
کہ او محبوب یعقوب است تو محبوب سبحانی

چو دونان تا بکے ایدل بہ بند حرص نفسانی　　دوی حیران بہر سوئے مگر تو ننگ نادانی
ہے ظل ہما جوئی گہے تخت سلیمانی　　سگ درگاہ جیلاں شو چو خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی

بنور مقدم او شد فروغ تازہ ایماں را　　خم ابروے او محراب طاعت ہر مسلماں را
بجائے مرو ملک شد خاکپائش جن و انساں را　　بفیض مقدمش فخر آمد شد پاکبازاں را
حیات تازہ بگرفتہ از و دین مسلمانی

درون سینہ تا دارد غم عشق تو افزونی　　بروں کردم ز دل یکسر ہوا و حرص بیرونی
مقام تو چہ داند کس بپرس از من کہ تو چونی　　نشان شان بیچونی بیان سر مکنونی
بصورت مثل پیغمبر بسیرت حیدر ثانی

گدائے حضرت جیلاں بگردوں فرق فرساید　　سلاطیں گر بدرگاہش جبیں سایند می شاید
در آید از در خدمت ز آسی ایں کجا آید　　نیاز اندر جناب پاک او از قدسیان باید
کہ آید جبرئیل از بہر کار و بار دربانی

مثلث بر دوہہ ہندی

جو آنا ہو تو آجاؤ نہیں اب جان جاتی ہے

نہیچ پہر کت تورسے ملن کو سردن سنن کو بین   من مالا تو ہر نام کا جپت رہت دن رین

خبر لو آتش شوق اگ اب دل میں لگاتی ہے

کر کنبی لکھنی ڈگے انگ انگ تہراے   سدہ آوت چہاتی پھٹے پاتی لکھی نہ جاے

مصیبت ہجر کی راتوں کی کب لکھنے میں آتی ہے

من ماں راکھوں من جرے کہوں تو مکھ جر جاے   گونگے کا سپنا ہیو سمجہ سمجہ پچھتاے

مقام گو مگو ہے سوزش غم جی جلاتی ہے

ہم تم سامی ایک ہیں کہن سنن کو دوے   من کو من سے تولیے دو من کبہی نہوے

ملا جب جی سے جی پیارے دوئی پہر کب سماتی ہے

کاجر دوں تو کرکرا سے سرما دیا نہ جاے   جن نینن میں پیو بسیں دوجا کون سماے

بری بہی ہو تو نظر دن میں تمہارے کب سماتی ہے

نین رکت پاتی لکھوں جو بس ہوئے ہمار   اچھر پتیا کا گد جڑے ہوں دیکھوں درس تو ہار

عجب خون جگر یہ بے بسی ہمکو کہلاتی ہے

میں چاہوں کہ اوڑ ملوں پر بن اوڑا نجاے   کاکہوں کرتار کو جو بر نا دیا لگاے

کوئی تدبیر ملنے کی نہیں ہمسے بن آتی ہے

آؤ پیا در گن میں نین موند توہے لوں   نا میں دیکھوں اور کو نا توہے دیکھن دوں

یہ حسرت جی کی جی ہی میں ہمیشہ رہتی جاتی ہے

اوس اوس سب کوئی کہے آنسو کہے نہ کوے   منہ برہن کی سوگ میں رین رہی ہے روے

میرے روز سیہ پر رات بہی آنسو بہاتی ہے

گھونگھچی بن ماں دیکھلے کیسی بوجھی بات　　بڑھی ڈوبی رکت میں سیس جات اوترات
شہادت تیرے کشتوں کی بہی کیا کیا رنگ لاتی ہے

آئے وہ دن کٹ گئے کہ رہت رہے پیو پاس　　اب پیو سپنا ہوگئے کہ جیت رہت اوداس
نہ کچھ پوچھو جدائی اوسکی کیا کیا اب ستاتی ہے

داگ کٹھن سب داگ ہیں برہ داگ بیراگ　　تن دہرنے کی ٹھور نہیں اور دیت داگ بر داگ
بتاؤں لالہ زارا پنا جگر میری ہی چہاتی ہے

اوٹھا بگولا پریم کا اور تنکا چڑھا اکاس　　تنکا تہا سو تن میں ملا اور تنکا تن کے پاس
نسیم کوئے جاناں اب میری بہی خاک اوڑاتی ہے

سائیں بہروسا جان کے پاپ کیا بہرپوٹ　　جیسے نار کو کرم کرے اور چہپے پیا کے اوٹ
امید مغفرت آسی بنہ عاصی بناتی ہے

ایضاً

شہید ہوں چشم نرگسیں کا نیاز مند اپنے نازنیں کا
مزا ہے لبہائے شکریں کا ہے نام بس قند وانگبیں کا
نہ وصف پوچھو رخ حسیں کا نہ زلف پر پیچ تابِ چیں کا
یہ نور ہے روئے مہ جبیں کا کہ ہو خجل جیا ندچودہویں کا
جو حلقہ ہے زلف عنبریں کا وہ ایک نافہ ہے مشک چیں کا

نہ بات میں کیوں ہو شان شیریں نبی ہے میری لسان شیریں
لکھوں جو وصف لبان شیریں قلم کے صدقے ہو جان شیریں
نہ کیسے میرا بیان شیریں ہو جو ہے شہدِ روان شیریں
زلب کہ وصف دہان شیریں رہا ہے وردِ زبان شیریں

بدن میں جب تک ہے جان شیریں فراد من میں ہے انگبیں کا

چراغ خوزا وسکے چہرہ سے گُل کر رگِ گُل ہے بے تامل
زمین کو حال سے تزلزل گیا فلک تک ہے گھنگرو کا غل
وہ روے خنداں سے ہے جان بلبل قد خراماں سے ہے سرو مُلصل
وہ چشم فتاں سے ہے غیرت مل وہ زلف پیچاں ہے رشک سنبل
عذار میں ہے صباحت گل بدن میں عالم ہے یاسمیں کا

فراق نے شمع مجلس غم جلا رولا کر کیا ہے ہر دم
ہو خاک حلکہ تمام عالم جو سوز دل سے بھریں کوئی دم
اوٹھائیں دامن جو آنکھ سے ہم حباب کا ہو فلک میں عالم
یہ جوش پر یاں ہے اشک کا یم کہ ساتوں دریا ہیں قطرے سے کم
جسے کہ کہتے ہیں سب جہنم شرر ہے اک آہ آتشیں کا

ہے سنبل موی زلف پیچاں جگہ میں جو جو ہے دو د پیچاں
ہے نہر تسنیم چشم گریاں تو رشک طوبیٰ ہے نخل حرماں
حبیب ہ کے کھائے زخم خنداں نہ کس طرح ہوں ~~رقیب~~ حریف لبتاں
زبسکہ ہے جوش داغ ہجراں ہوا مرا سینہ باغ رضواں
برائے گلگشت جائے غلماں خیال پھرتا ہے اک حسیں کا

شیواے پر قصد ہے ڈہئی کا بتوں سے اب دم ہے بندگی کا
ہوا ہے اسلام جی سے پھیکا مزا پڑا دل کو کافری کا
ہے تار سبحہ وبال جی کا جنیو رشتہ ہے زندگی کا
بُرا ہو بد بخت عاشقی کا نہ دین ہو برباد یوں کسیکا
بنا ہے عشق بتاں میں ٹیکا نشان سجدہ مری جبیں کا

ہ یہ مصرع صاف نہیں پڑھا گیا

نہیں ہے زخم سنان و خنجر کرتے ہیں یہ آگ کے مقرر
بھرے ہیں کیا کیا شرار و اخگر بجلے او ساخ اسکے اندر
ہو تو شرمندہ پیاسے دیکھکر مجھے تو جراح ہے یہی ڈر
اگر ہو پیاسا پر سمندر یقین ہے ہو خاک دم میں ملکر
سنا جو ہوا آفتاب محشر کہ ٹھنڈ ہے داغ آتشیں کا
ہے فوق مصرع کو کہکشاں سے تو حرف ہیں سنبل جناں سے
نہ کیوں لڑے بیت لا مکاں سے عیاں ہے شان خدا بیاں سے
نہ پوچھو آسی بے نشاں سے لباں کو پہونچی غزل کہاں سے
طمع ہے انصاف دوستاں سے کہ اتنا فرمائیں سب زباں سے
کیا ہے ناسخ نے آسماں سے بلند تر رتبہ اس زمیں کا

ایضاً

گئی جوانی اب آئی پیری نہ خشت زر سے دل آشنا کر
عوض میں نشہ کے تل رہا ہے خمار آنکھوں میں تیری آ کر
نہ جا کے بتخانے میں ڈھئی دے نہ جم کے میخانے میں رہا کر
نہیں ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے کچھ حیا کر
بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر
نہیں اب ایام خواب غفلت خیال اپنے مآل کا کر
اوتر گیا نشۂ جوانی تو لطف کیا جام مے چڑھا کر
بڑھاپے نے گوشے لگایا لبوں پر اٹکی ہے جاں آکر
نہیں ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے کچھ حیا کر

بتوں کا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

مزا ہے الفت پرستیوں کا خدا پرستی یہاں کہاں ہے
تیری نماز و عبادت اے دل حرم کے طاقتوں میں رائگاں ہے
جھکی ہیں نیچے وہ مست آنکھیں جو زیر ابرو تو یہہ عیاں ہے
سجود محراب تیغ قاتل عبادت رند مشرباں ہے
جو ہو سکے تو قضائے عمری اس ایک سجدے میں سب ادا کر

نہ یہ ہے منت کش اقامت نہ اسکو کچھ حاجت اذاں ہے
حضور دل سے جو ہوا ادا تو نماز اس ڈھب کی پھر کہاں ہے
سنو اگر دھیان سے تو بسمل کی ہچکیوں میں یہی فغان ہے
سجود محراب تیغ قاتل عبادت رند مشرباں ہے
جو ہو سکے تو قضائے عمری اس ایک سجدے میں سب ادا کر

فنا ہے سبکا نشان اک دن رہیگا نام باقی بس اک خدا کا
غبار برباد سب کے سب ہیں چلا قضا کا جو کوئی جھونکا
اگر ہو شبہہ کسیکو اس میں تو ہاں ہے مجکو بتا دو اتنا
کہاں ہے جم اور کہاں سکندر کہاں سلیماں کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

کہاں ہے نل اب کہاں دمن ہے کہاں ہے یوسف کہاں زلیخا
کہاں ہے شیریں کہاں ہے خسرو کہاں ہے فرہاد بے ستوں کا
کہاں ہے مجنوں کہاں ہے لیلےٰ کہاں ہے وامق کہاں ہے عذرا
کہاں ہے جم اور کہاں سکندر کہاں سلیماں کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

جما ئی لے لے کہ رہے ہو تو بہکی بہکی سی بات ہی ہے
جھکی ہیں پلکیں خمار کی کیفیت ہویدا کھلی کھلی ہے
جو مانو آسی کہ سرخیوں سے لہو کی بوند آنکھ ہو رہی ہے
ہے منہ پہ بیداریوں سے زردی ہوس اگر نیند اوچٹ گئی ہے
تصور او سکے میں سو رہو تم بغل کا تکیہ لگا لگا کر

ایضاً

ہے اسی میں دل برہم زن تقدیر نہ کھینچ (۱) معنت کرتا ہے غضب لانے کی تدبیر نہ کھینچ
اب بھی کہتا ہوں نہ کھینچ او بت بے پیر نہ کھینچ پنجۂ شانہ سے تو زلف گرہ گیر نہ کھینچ
دل سے دیوانہ کو مت چھیڑ یہ زنجیر نہ کھینچ
نالۂ کوہ شگاف اپنے ہیں اک قہر خدا (۲) ناوک آہ جگر دوز سے توام ہے قضا
ہمیں معلوم کہ تو دل میں ہمیں کیا سمجھا ہم جوان مرد محبت ہی سمجھ لینگے بھلا
اپنی ایذا سے تو ہاتھ اے فلک پیر نہ کھینچ
سیب جاں بخش ذقن جو نہیں ممکن کہ ملے (۵) گو علاج تپ دل ہو نہیں ممکن کہ ملے
مدعا اس سے یہ ہے گو نہیں ممکن کہ ملے ہے دوا میری وہی سو نہیں ممکن کہ ملے
چارہ گر رنج و مصیبت بے تدبیر نہ کھینچ
حال میں کون پریشاں کے ہوتا ہے شریک (۷) اہل غم کو کوئی پہچان کے ہوتا ہے شریک
کوئی ہو وجہ طرب جان کے ہوتا ہے شریک روز بد کون بھلا آن کے ہوتا ہے شریک
انتظار اے اثر نالۂ شبگیر نہ کھینچ
زہد و تقوی کے خیالات ہیں سب لاف و گزاف ۸ غم دل کی نہ دوا کوئی کرے ہے انصاف
ہو مکدر کوئی آسی کہے دیتا ہوں میں صاف مومن آکشش محبت میں کہ سب کچھ ہے معاف

حسرت حرمت صہباؤ مزامیر نہ کھینچ

۲ جز لحد اب نہیں آرام وہ آئے بھی تو کیا — آچکا اور ہی پیغام وہ آئے بھی تو کیا
جا چکا ہاتھ سے اب کام وہ آئے بھی تو کیا — ہم تو بچتے نہیں تا شام وہ آئے بھی تو کیا
اے دعائے سحری منت تاثیر نہ کھینچ

۳ میں تو وہ ہوں کہ ہی ہر جزو بیاں نشہ عشق — عضو کالبد و مایۂ جاں نشہ عشق
پر سب سر ہیں عدو اور گراں نشہ عشق — اے ستم پیشہ مرے بعد کہاں نشہ عشق
دیکھئے خمیازۂ حسرت ہے یہ شمشیر نہ کھینچ

۴ وہ مرض یہ تپ دل ہے کہ خدا خیر کرے — کوئی دم جان حزیں دیکھئے دم لے کہ نہ لے
شیرہ جان سے بنے ہیں دہن و لب جسکے — ہے دوا میری وہی سو نہیں ممکن کہ ملے
چارہ گر رنج و مصیبت پے تدبیر نہ کھینچ

۵ تو نے بیدرد کبھی آکے نہ کی گرم بغل — کیا گوارا نہیں اس سے بھی جو دل جائے بہل
جیتے جی اسکو جدا کر کے نہ کر تو بیکل — اتنی فرصت دے ستمگر کہ یہ ہو رنج جائے اجل
دم کے دم اور بھی سینے سے مرے تیر نہ کھینچ

ایضاً

کمال خرد ہے مثال محمدؐ — سر عرش تک ہا کمال محمدؐ
یہ پھیلا ہے نور کمال محمدؐ — جہاں روشن است از جمال محمدؐ
دلم تازہ گشت از وصال محمدؐ

متاع نظر ہے وہ روئے آں را — اوہیں کا دل ناتواں کو سہارا
میری آنکھیں ہوں اور انکا نظارا — خوشا چشم کو بنگر و مصطفےٰ را
خوشا دل کہ دارد خیال محمدؐ

محبت در دِ عصیاں سے تو کیوں کراہے　　شفا اِس مرض سے اگر اپنی چاہے
تو لازم ہے ذکر نبی میں بنا ہے　　خوشا منزل و مسجد و خانقاہے
که در وے بود قیل و قالِ محمدؐ

بمدحِ کلام خدا گشت نازل　　باخبار قربش دِ نے گشت نازل
جو طٰہٰ و یٰسیں لبا گشت نازل　　بوصف رخش والضحیٰ گشت نازل
جو واللیل شد زلف و خالِ محمدؐ

وہ روی صفا خیز وہ زلف وہ تل　　ثنا سنج جنکا ہوا رب عادل
یہ ممکن نہیں وصف اُنکے ہوں ایدل　　بوصف رخش والضحیٰ گشت نازل
بو واللیل شد زلف و خالِ محمدؐ

وہی نور ہے اصل ارکان عالم　　اونہیں نے بڑھائی ہے شانِ عالم
وہی جسم اطہر ہوا جان عالم　　بروی زمیں گشت سلطان عالم
کسے کو بود پائمالِ محمدؐ

کوئی عیش دنیا کی حسرت نکالے　　کسیکو پڑیں باغ جنت کے لالے
کوئی شمع رویوں ہی سے لو لگالے　　بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالِ محمدؐ

خدا ہی مری حسرت دل نکالے　　کہیں مجھ کو روے محمدؐ او ٹھالے
دل زار کو وقت آخر سنبھالے　　بود در جہاں ہر کسے را خیالے
مرا از ہمہ خوش خیالِ محمدؐ

ہے فخر جہان آسؔی اُنکی غلامی　　اسی میں کمالات کی ہے تمامی
نہیں رہتی ہے پختہ کاروں میں خامی　　بصدق و صفائی جناں گشت جامی
غلام غلامان آل محمدؐ

چار غزل او چند شعر بعد کو دستیاب ہوئے

دل شیدا سے ہے بیمار محمدؐ
اسیر زلف عذار محمدؐ

جو داغ دل ہے چشم آرزو ہے
غضب ہے شوق دیدار محمدؐ

عزیز مصر دل کہتے ہیں اسکو
ہے یوسف بھی خریدار محمدؐ

اگر مردہ سنے زندہ ہو دم میں
دم عیسیٰ ہے گفتار محمدؐ

بچھا جاتا ہے دل قدمونکے نیچے
یہ ہے انداز رفتار محمدؐ

سدا اسکو بہار بیخزاں ہے
وہ ہیں گلہائے رخسار محمدؐ

دم نزع آئے جان آنکھوں میں صدم
خدا دکھلائے دیدار محمدؐ

گھلے کبتک تپ فرقت سے یارب
علیل چشم بیمار محمدؐ

مدینہ ہو مرا مدفن الٰہی
بسوں میں زیر دیوار محمدؐ

خریداران یوسف کا ہی دل سرد
یہ ہے گرمی بازار محمدؐ

محمدؐ ہیں خدا کے عاشق زار
خدا ہے عاشق زار محمدؐ

پھر آئے دم میں عرش کبریا سے
یہ ہے اعجاز رفتار محمدؐ

نہیں اپنی گناہوں کا مجھے غم
میں آسی ہوں گنہگار محمد

ترے کوچے کا رہنا چاہتا ہوں
مگر غیر کا نقش پا چاہتا ہوں

جہاں تک ہو تجھسے جفا چاہتا ہوں
کہ میں امتحان وفا چاہتا ہوں

نظارا ترا برملا چاہتا ہوں
کہ پردے کی صورت اٹھا چاہتا ہوں

خدا سے ترا چاہنا چاہتا ہوں
مرا چاہنا دیکھ کیا چاہتا ہوں

کہاں رنگ وحدت کہاں ذوق وصلت
میں اپنے کو تجھسے جدا چاہتا ہوں

برابر رہی حد یار و محبت
کسیکو میں بے انتہا چاہتا ہوں

کہاں ہے تری برق جوش تجلی
کہ میں ساز و برگ فنا چاہتا ہوں

وہ جب کہہ چکے اپنی ہستی سے مجھکو
تو کہتے ہیں اب میں ملا چاہتا ہوں

تمہاری سوا کچھ جواب سو جھتا ہو
پر اس سے بھی میں کچھ سوا چاہتا ہوں

طبیعت کی مشکل پسندی تو دیکھو
شب وصل وہ درپے حیا چاہتا ہوں

جو دل میں نے چاہا تو کیا خاک چاہا
کہ دل بھی تو بے مدعا چاہتا ہوں

یہ حسرت کی لذت یہ ذوق تمنا
حسینوں سے ترک وفا چاہتا ہوں

سوا اسکے میں کیا کہوں تم سے آسی
کہ درویش ہو تم دعا چاہتا ہوں

کلیجہ منہ کو آتا ہے شب فرقت جب آتی ہے
اکیلے منہ لپیٹے روتے روتے جان جاتی ہے

لب نازک کے بوسے لوں تو مسی منہ بناتی ہے
کف پا کو اگر چوموں تو مہندی رنگ لاتی ہے

دکھاتی ہے کبھی بھالا کبھی برچھی لگاتی ہے
نگاہ ناز جاناں ہم کو کیا کیا آزماتی ہے

وہ بکھرانے لگے زلفوں کو چہرے پر تو میں سمجھا
گھٹا میں چاند یا محمل میں لیلےٰ منہ چھپاتی ہے

بلائے جاں ہوئیں میرے لئے آرائشیں اونکی
نہ مہندی پاؤں چھونے دے نہ مسی منہ لگاتی ہے

کریگی اپنے ہاتھوں آج اپنا خون مشاطہ

بہت رنج رنج کے تلووں میں ترے مہندی لگائی ہے
نہ کوئی جوڑا اوس عیار پر اتنک چلا اپنا
یہاں دم ٹوٹتا ہے اور دم میں جان جاتی ہے
تڑپنا تلملانا لوٹنا سر پیٹنا رونا
شب فرقت اکیلی جان پر سو آفت آتی ہے
بچھاڑیں کہا رہا ہوں لوٹتا ہوں درد فرقت سے
اجل سے پاؤں ٹوٹیں کیوں نہیں اسوقت آتی ہے

نہ مہر باغ پرسے بندا سے آتی نہ شبنم پر
خدائی میری حالت دیکھکر آنسو بہاتی ہے

اوڑا کر کہدے پرزے جگر کے
یہ حالت ہو گئی زلفوں میں پھنسکر
خدا حافظ اب اُس گل کی کمر کے
نہ تم نے قدر کچھ عاشق کی جانی
اجی دل میں اوتر آؤ کسی دن
دم آخر تو سینے سے لپٹ جا
لحد میں اب نہ چھیڑو اے فرشتو
نہ جبتک اوسکو چھاتی سے لگایا
بنے آنسو پھپھولے صورت شمع
برنگ شمع ٹھنڈھا ہی کرا سے صبح
غم دنداں میں یہ لاغر ہوے ہم
خدا حافظ ترے بیمار غم کا

اجی مل جائے تیغ نظر سے
کہ اب مہمان ہیں ہم رات بھر کے
غضب جھونکے چلے باد سحر کے
بہت روؤگے اک دن یاد کرکے
مری آنکھوں پر اپنے پاؤں دہر کے
کوئی جیتا نہیں اے جان مر کے
ستائے ہیں کسیکے عمر بھر کے
غضب صدمے رہے درد ہا کے
جلائے ہیں ہم اپنی چشم تر کے
جلائے ہیں کسی کے رات بھر کے
کہ ہیں تار نظر چشم گہر کے
کہ اب غش آتے ہیں دو دو پہر کے

کہیں دل یا جگر جلنے لگے گا
نہ سنئے میری آہیں کان دھر کے

کہیں پھر چوٹ کھائی تم نے آسی
بہت روئے ہو دل پر ہاتھ دھر کے

اشعار متفرق

آمادہ ہوں جدھر سے وہ جانیکے واسطے
آنکھیں ہم اپنی بچھیں بچھانے کے واسطے

نیستم فارغ از سفر بوطن
آسیا شکل آسیا شدہ ام

یہ کہہ کہہ کے اُس نے مٹایا مجھے
کہ جو کھو گیا اُس نے پایا مجھے

مجھ سے ظاہر یہ مرا عشق نہاں تھا کہ نہ تھا
جو چھپا سب سے تھا تجھ پر وہ عیاں تھا کہ نہ تھا

خدا کب رسول خدا سے جدا ہے
خدا سے ملے ہم مدینے میں جا کر

اُنکو کے ساتھ رو رو زمیں پہ بہے پھرے
دو دو جگر کے ساتھ گئے آسمان پر

قطعہ تاریخ ولادت مولود اعنی پسر مجتبیٰ سید اکبر حسین آلہ آبادی وکیل ہائی کورٹ بشترنج

جناب سید اکبر حسین پاک نہاد
کہ حسن خلعت و خلقش نجبن قدرت دال

طلسم دانش و لوح طلسم حکمت ورای
جہان فضل و سپہر جہان عز و کمال

زخاکدان زمیں نیز سر زند آرے
سپہر قدر و قمر منزل و ملک تمثال

ثبات پائے تعلق بگلشن بزمش
برائے نخل غم و درد رنگ استیصال

مداد خامۂ فکرش ز طرہ شب قدر
صفائے نور بیاضش ز غرۂ شوال

و کاتبش چہ گرانمایہ بذل تمکیں کرد
نوان کوہ حدید ہست بائے استدلال

نرگس مرا لبستائیش گری عدیل آمد
خداش پور نکو اخترے چو مہر بخشید

نرگس ورا لعلوئے مناقبت ہلال
بآن نیک و زمان سعید و فرخ سال

ہلال مصرع تاریخ نور افشانش
طلوع مہر دل افروز حکمت و اقبال
۱۲۹۶ھ

تاریخ تولد فرزند ارجمند شاہ وحید عالم صاحب مدعمرہما

باد فرزند جگر بند وحید
گفت تاریخ تولد آسی

شاد باعزت وحشمت دایم
باد باعزت وحشمت دایم
۱۲۹۶ھ

تاریخ وفات فرزند اکبر میاں محمد عبد الحکیم اعطاہ اللہ صبراً جمیلا

سن کے خبر اے حکیم مرگ پسر کی ترے
غم نے کیا ہے نڈھال کیا کہیں تاریخ سال

نالہ بہم یہ ہے لخت جگر ہائے ہائے
روتے ہیں کہہ کہکے ای لخت جگر ہائے ہائے
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ وفات شاہ فرید عالم صاحب

مرگ شاہ فرید عالم حیف
کیوں نہو صبر کاہ و تاب گداز
وادی وحشت اور آسی زار
لکھئے سنگ مزار پر تاریخ

بہر جان حزیں قیامت ہے
کہ بڑا غم بڑی مصیبت ہے
اونکو گلگشت باغ جنت ہے
قبر پر سایہ بان رحمت ہے
۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ وفات جناب شاہ فرید عالم صاحب و اہل خانہ جناب موصوف غفر اللہ لہما

تھی مہ شوال کی پچیسویں
اوروں شاید رہا ہو پیر کا

وہ فرید عالم عز و وقار
جن سے غازی پور کو عز و علا

کہتے ہیں قبل از غروب آفتاب
آفتاب عمر اونکا ڈھل گیا

شام سے کچھ پہلے آئی شام غم
ظلمتوں نے کیا ہجوم اوسدن کیا

چھا گئی نظروں میں کیسی تیرگی
کچھ جو آنکھوں کو رہا ہو سو جھتا

ہوگیا بے باپ کا ہے ہے وحید
ہائے اوسکا خاک غم پر لوٹنا

اور اسیر مٹنے اک تازہ ستم
کیا قیامت پر قیامت ہے بپا

خاک بھی سر سے نہ جھاڑی تھی ابھی
آسمان غم جو ٹوٹا دوسرا

آٹھ دن کے بعد ناگہ اے غضب
سایۂ مادر بھی سر سے اوٹھ گیا

دھیان کرتا ہوں جو اوسکی بیکسی
دل نہیں رہتا ہے قابو میں مرا

کیا کیا افسوس تونے ای فلک
کچھ بھی ہے تیرے ستم کی انتہا

ڈھونڈھے آسی جو کوئی تاریخ سال
کہئے بیہم حادثے پر حادثا
۱۲۹۹ھ

مصرع سال مسیحی ہائے ہائے
کر چکا غم درد و الم جوش بکا
۱۸۸۵ء

قطعہ تاریخ وفات محمد ہادی پسر شیخ عبد العلی مرحوم متوطن محلہ سید واڑہ شہر غازی پور

ہائے رے ہائے محمد ہادی
غم ترا ہے نمک زخم جگر

تھا اجالا ہ اندھیرے گھر کا
سبزہ آغاز جواں رشک قمر

کوئی گھر میں نہیں باقی افسوس
اٹھ گئے پہلے ہی سب غم دیدہ

مصرع سال سینۂ آتشی ہے
موت نے حیف مٹایا یہ گھر
سنہ ۱۲۹۶ھ

قطعۂ تاریخ

شادی ہوئی میر مرتضیٰ کی — اللہ نے وہ دکھائی تاریخ
ساقط جو ہوئے حروف علت — تاریخ نکاح پائی تاریخ
سنہ ۱۲۷۸ھ

دیگر

موئے دوست میرے محمد سعید — نہ پھر ہوسکے پائی ملاقات ہائے
سو اسکے کیا سب لکھئے تاریخ سال — کہ ہیہات ہیہات ہیہات ہائے
سنہ ۱۲۶۹ھ

رباعی

ذرے سے جو دیکھنے میں کمتر ہوں گے — تیرے لئے وہ ہی مہر انور ہونگے
اے دل نہ برابری کسی کی کرنا — ہاں خاک کے اک روز برابر ہونگے

ایضاً

اک روز کہا میں نے کہ تو دلبر ہے — جان عاشق لب شکر پر در ہے
کس ناز سے بولے منھ کو منھ پر رکھکر — اب یہ کہئے کہ جان ہونٹھوں پر ہے

ایضاً

ہاں نقش مراد بے بیٹھائے نہ رہوں — ہاں لذت وصل بے اٹھائے نہ رہوں
راتوں کو جو نیند نکلے آؤں تو سہی — در بند ہوں پر بغیر آئے نہ رہوں

ایضاً

روٹھے ہو تو میں بھی بے منائے نہ رہوں — بس میں اپنے بغیر لائے نہ رہوں

شب ششم ذی القعدہ شب جمعہ وقت دو ساعت و دم

اپنا کینا عدو کی الفت بنکر ‎ ‎ دل میں ترے یار بے سمائے نہ رہوں

ایضاً

فرقت میں بغیر زہر کھائے نہ رہوں ‎ ‎ جس طرح ہو جان بے کھپائے نہ رہوں
قدموں سے چھڑاؤ تم تو مہندی کی طرح ‎ ‎ بے کوئی نہ کوئی رنگ لائے نہ رہوں

ایضاً

کرتا ہوں میں تو یوں فغان و زاری ‎ ‎ اس بت کے نہ دل میں رحم ہو یا باری
پتھر سہی دل مگر پسیجے نہیں کیوں ‎ ‎ پتھر سے تو ہو جاتے ہیں دریا جاری

ایضاً

دل سرد ہے خاک گرمجوشی ہوگی ‎ ‎ میخوار رہے نہ میفروشی ہوگی
امید شراب ناب کیسی آسی ‎ ‎ دور آخر ہے درد نوشی ہوگی

ایضاً

غنچے تجھے میری دلفگاری کی قسم ‎ ‎ شبنم تجھے میری اشکباری کی قسم
کس گل کی نسیم صبح خوشبو لائی ‎ ‎ بیتاب ہے دل جناب باری کی قسم

ایضاً

یاد آؤ دم عشق کے اب بھرنے سے ‎ ‎ آسی ڈرتے نہیں ہو تم مرنے سے
مجنوں کے لب گور سے آتی ہے صدا ‎ ‎ مرنا بہتر ہے عاشقی کرنے سے

ایضاً

پردا نہ کھلا قبائے گل کا کچھ بھی ‎ ‎ کیا غنچے کے دل میں ہے نہ سمجھا کچھ بھی
گلشن میں یہ کیسے رنگ ہیں اے نرگس ‎ ‎ کس کام کی آنکھ جب نہ سوجھا کچھ بھی

ایضاً

پیری میں غم شباب کیا کھاتا ہے ‎ ‎ نادان وہ لطف اب کہاں آتا ہے

کیوں کر نہ بڑھاپے میں ہو چہرہ بے نور | جب صبح ہوئی چراغ بجھ جاتا ہے

ایضاً

توقیر بغیر جستجو ملتی ہے | ذلت گردش میں چار سو ملتی ہے
موٹی سی یہ بات ہے کہ موتی کیطرح | کنج عزلت میں آبرو ملتی ہے

ایضاً

اے راہ رو دو تباہ کیا ہو کے رہوں | گرد سر راہ و نقش پا ہو کے رہوں
بچھڑوں کے ملانے سے سروکار رہے | اس قافلہ میں بانگ درا ہو کے رہوں

ایضاً

میل رہ منزل فنا ہو کے رہوں | ہم نغمہ نالہ درا ہو کے رہوں
پامال اگر ہوں صورت نقش قدم | اس راہ میں تب بھی رہنما ہو کے رہوں

ایضاً

ہر طرح سراغ مدعا ہو کے رہوں | نقش قدم و بانگ درا ہو کے رہوں
گڑ جاؤں زمین میں اگر اے آسی | میل رہ منزل فنا ہو کے رہوں

ایضاً

کب تک کوئی اپنے دل کے غم کو روئے | کب تک کوئی یار کے ستم کو روئے
ہر دم یہ رلا رہی ہے الفت جسکی | اللہ کرے کہ اب وہ ہمکو روئے

ایضاً

اے جوش جنوں کہیں نہ دم بھر ٹھہرے | صحرا میں کبھی نہ اوس کے در پر ٹھہرے
پارے کی طرح ہے بیقراری اپنی | ٹھہرے بھی اگر کہیں تو مر کر ٹھہرے

ایضاً

صورت تری بھا گئی کہ سیرت دل کو | بے وجہ نہیں تیری محبت دل کو

نسبت ترے ساتھ کچھ نہ اسکو ہے ۔ چہاتی سے لگائی ہے جو خلقت دلکو

ایضاً

زلف و قد یار کا مرض پھیلا ہے ۔ سودا سنبل کو سرو کو سکتا ہے
رشک گل رخسار ہی ہے استسقا ۔ یہ وجہ ہے گلشن میں جو گل پھولا ہے

ایضاً

آمد ہے خزاں کی دھیان ہے گلشن میں ۔ نہ پھول ہے مہمان ہے گلشن میں
مردہ سی نہ کیوں پڑی رہے اے صیاد ۔ بلبل ہے قفس میں جان ہے گلشن میں

ایضاً

رحمت تری باغبان ہے گلشن میں ۔ نکہت تری گل کی جان ہے گلشن میں
ہر نخل سراپا ہے ترا شکر گذار ۔ پتا پتا زبان ہے گلشن میں

ایضاً

اک عمر رہ طلب میں حیکر کھایا ۔ آخر دل میں سراغ اوسکا پایا
دل میں دیکھا تو آئینے کی صورت ۔ جز اپنے کوئی نظر نہ مجھکو آیا

ایضاً

معنی سے یہ کیسی متصل کی صورت ۔ اللہ اللہ آب و گل کی صورت
بے شبہہ سنا دلوں میں رہتا ہے وہ گل ۔ غنچے نے بنائی ہے جو دل کی صورت

ایضاً

عاشق سے خلاف وہ سدا رہتے ہیں ۔ روٹھے روٹھے خفا خفا رہتے ہیں
اک روز کہا میں نے مرا دل تو ہے ۔ اوس روز سے پہلو سے جدا رہتے ہیں

ایضاً

شبنم نہ ہو کیوں نظر میں پانی پانی ۔ دانے کے لئے کرتی ہے اشک افشانی

جو پاک گہر ہوتے ہیں سوتی کی طرح	رکہتے ہیں گرہ میں اپنی دانا پانی

ایضاً

جہک کر چلنے کی وضع کیا بہاتی ہے	وجہ اسکی یہ میرے ذہن میں آتی ہے
بادام آنکہیں ہیں پستہ منہ ٹھوڑی سیب	جو شاخ بہت پہلتی ہے جہک جاتی ہے

ایضاً

پیری میں نہ دانتوں کے لئے ہو مغموم	ہو جائیں گے اب سمع و بصر سب معدوم
بالوں میں سپیدی آئی اب دانت کہاں	جب صبح ہوئی تو پہر ستارے معلوم

ایضاً

ہستی میں عدم سے کیا وہ لایا ہمکو	آرام سے سوتے تہے جگایا ہمکو
پہونکی نہیں روح قالب خاکی میں	در پردہ یہ خاک میں ملایا ہمکو

ایضاً

کیا حسرت دید سے خدایا ہم کو	مانند نظر جس نے پہرایا ہمکو
کہتا ہے کہ میں نور نظر تیرا ہوں	یوں بہی سہی پر نظر نہ آیا ہمکو

ایضاً

کیوں نقطۂ موہوم بنایا ہمکو	کیوں دائرۂ فنا میں لایا ہمکو
وہ سہو نویس تہا نہ ہم حرف غلط	کیوں صفحۂ ہستی سے اٹھایا ہمکو

ایضاً

آنکہیں کہولیں نہ کچہہ دکہایا ہمکو	دم بہر کے لئے یہاں وہ لایا ہمکو
ہر چند کہ سینے میں ہے دریا مواج	پر مثل حباب سے بنایا ہمکو

ایضاً

ہر رنگ سراب سے بنایا ہم کو	مانند حباب سے بنایا ہمکو

ہر چند کہ مثل موج دریا دل ہیں
ہر نقش بر آب ہے بنایا ہمکو

ایضاً

اشکوں کی طرح جو ہے روانی ہمکو
بیجا ہے کسی کی میہمانی ہمکو
سب کچھ ہے نہاں گرہ میں اپنی آسی
دانا درکار ہے نہ پانی ہمکو

ایضاً

تیرا ذکر جمال ہے گلشن میں
ہر غنچہ و گل نہال ہے گلشن میں
چلنے لگے تیری چال طاؤس چمن
عاشق اب پائمال ہے گلشن میں

ایضاً

کیا چیز برائی سے الگ ہوتی ہے
درماندہ یہ عقل وقت تک ہوتی ہے
نازک بدنی بھی بے سے خالی نہوی
پھولوں کی بھی پنکھڑی میں رگ ہوتی ہے

ایضاً

جو چاہے کہ منصب ہدایت ہاتھ آئے
فرش رہ رہروان عالم ہو جائے
جب تک نہو مثل جادہ سینہ پامال
کس طرح کسیکو تا بمنزل پہونچائے

ایضاً

عادت رکھنا فروتنی کی اے دل
نخوت نہیں بہاتی ہے کسیکی اے دل
کھول آنکھ حباب بحر سے عبرت لے
بیمغز ہے جس نے سرکشی کی اے دل

ایضاً

جن سے رہ و رسم کی وہ رہزن نکلے
بھولا جنھیں سمجھے تھے وہ پرفن نکلے
جان اپنی جن احباب کو ہم سمجھے آہ
وہ دل کی طرح ہمارے دشمن نکلے

ایضاً

وہ ذکر کروں کہ خود فراموش ہوں میں
کوئی نہ سنے پر ہمہ تن گوش ہوں میں

پانی ہے زبان سوز کی شمع صفت — محفل میں اندھیرا ہو جو خاموش ہوں میں

ایضاً

حب تک کہ نہ دل ہو مدعا سے خالی — ہرگز نہ ریاضت ہو ریا سے خالی
پانی پر ابھی رواں ہو تو مثل حباب — سینا جو تیرا ہو ما سوا سے خالی

ایضاً

ہے یہ دل صاف ما سوا سے خالی — کیوں ہو کوئی دید دلربا سے خالی
کعبے کی طرح طواف بتخانہ کیا — بت بھی نہ نظر پڑے خدا سے خالی

ایضاً

کیا فائدہ بار سرکشی ڈھونے سے — کیا مثل حباب آبرو کھونے سے
آتی یہ فروتنی وہ شے ہے کہ ہلال — بالائے فلک ہے سرنگوں ہونے سے

ایضاً

ہم بھی نچینگے اڑکے جان شیدا کی طرح — رکنے کے نہیں جوش تمنا کی طرح
رہ جائیں رہ طلب میں چلنے سے جو پاؤں — ہم سر سے چلیں آبلہ پا کی طرح

ایضاً

آوارہ نہ ہو غبار صحرا کی طرح — بیٹھ ایک جگہ نقش کف پا کی طرح
سرگرداں ہو کے دیکھ برباد نہ ہو — اندھا نہیں تو حباب دریا کی طرح

ایضاً

صحرا کی خبر لیں مست سودا کی طرح — کیوں گوشہ نشیں ہوں ئے مینا کی طرح
کیوں صورت خم گاڑ کے رکھئے پاؤں — گردش میں مزا ہے جام صہبا کی طرح

ایضاً

سر اونکے چڑھینگے گل رعنا کی طرح — چومیں گے قدم نقش کف پا کی طرح

ٹکرائیں گے سر ساحل مقصود سے ہم
گو بے سر و پا ہیں موج دریا کی طرح

ایضاً

پستی ہی سے ہے بلند بینی میری
ہے سیر ارم گوشہ نشینی میری
اٹھا کہ فنا ہوں نقش پا کی مانند
ہستی ہے مری خاک نشینی میری

ایضاً

کیا جانے کوئی کیا ہے دل قاتل میں
بہتر ہے کہ دل کی بات رکھئے دل میں
سر صورت شمع بار گردن کیوں ہے
آتی نہ زباں کھول اس محفل میں

ایضاً

یا مجھکو ترا حسن نہ بھایا ہوتا
یا ہر رگ و پے میں تو سمایا ہوتا
یا دل ہی میں جلوہ گر اگر ہونا تھا
ہر جزو بدن کو دل بنایا ہوتا

ایضاً

عاشق کی قدر کچھ نہ جانی افسوس
افسوس افسوس ہائے جانی افسوس
اب آنکھوں میں جان آکے اٹکی ہے یہاں
پر تیری وہی ہے لن ترانی افسوس

ایضاً

کیوں تمسے جلا نالہ جانکاہ ہیں ہم
یا تیرے کسی رقیب کی آہ ہیں ہم
کہتا تو ہے تو ہی جان اپنی ان کو
دشمن تری جان کے ہوا خواہ ہیں ہم

ایضاً

ہر چند کہ موت کا طلبگار ہوں میں
رنج و الم و غم سے گرانبار ہوں میں
پر زندگی اپنی کہہ چکا ہوں تجھکو
کس منہ سے کہوں زیست سے بیزار ہوں میں

ایضاً

ہے اہل جہاں سے ایسی تجرید مجھے
تجرید میں گویا کہ ہے تفرید مجھے

اونمیں بہی نہیں میں پیشوا ہوں جنکا
سبحہ کے امام کی ہے تقلید مجہے

ایضاً

بخشش جو تہی عدو کے دل کی بخشی
پر مجہکو گلا نہیں ہے بخشی بخشی
مجہکو بہی تو کوئی چیز بخشی آخر
سچ پوچہو جو مجہسے تو نفیسی بخشی

ایضاً

کیوں عزم چمن ہے خاطر بلبل میں
جو لٹکے ہیں پیچ کاکل سنبل میں
فریاد رسی جائے یہ امید نہیں
غنچہ کچہ پہونکتا ہے گوش گل میں

ایضاً

پہر بادۂ تند غصہ پینا ہوگا
پہر ٹکڑے جگر کے ساتہہ سینا ہوگا
جینے نے یہاں سے مار ڈالا آہی
سنتے ہیں کہ پہر حشر میں جینا ہوگا

ایضاً

بیدل بہت اے دلبر عیار کیا
جب مر کے جئے تو قصد دیدار کیا
دنیا میں نہ گل نہ مل نہ قصر وایوان
اب دیکہے بہشت کیوں گنہگار کیا

ایضاً

باطن جسے ہم سمجہے تہے وہ ظاہر نکلا
ظاہر بہی یہاں عین مظاہر نکلا
کیسے اغیار غیر کہتے ہیں کسے
اغیار میں بہی یار ہی آخر نکلا

ایضاً

کیا جانتے تہے بعد فنا کیا ہوگا
طول شب تار گور اتنا ہوگا
اب روز قیامت کی درازی کیسی
کیا رات بڑہیگی دن نہ چہوٹا ہوگا

ایضاً

ہم شوق وفا سے بیوفا تک پہونچے
زائل جو ہوئی خودی خدا تک پہونچے

ہاں عین وطن ہو جب سفر موج کی طرح
کیونکر نہ کوئی حد فنا تک پہونچے

ایضاً

ارباب محبت بہی غضب کرتے ہیں
ہردم دم مرگ جیتے جی بہرتے ہیں
کہتا وہ کسی سے نزع میں آسی کا
کیوں اب تو غلط نہیں کہ ہم مرتے ہیں

ایضاً

دعوے وفا میں کوئی سچا نہ ملا
جو کوئی ملا غرض سے گویا نہ ملا
دشمن سے ہی اپنے کی محبت میں نے
پر کوئی مرا چاہنے والا نہ ملا

ایضاً

کامل جو ہوئی طلب تو کیا کیا نہ ملا
کیوں کوئی کہے کسیکو ڈہونڈا نہ ملا
میں ہوں کہ جو کوئی ڈہونڈے پہلو میں ہوں
پر کوئی مجہے ڈہونڈہنے والا نہ ملا

ایضاً

چہرہ ہے کہ جان عالم وحدت ہے
جلوا ہے کہ برق خرمن کثرت ہے
محفل بازار یا کوئی میلا ہو
تم مجہکو جہاں ملو وہی خلوت ہے

ایضاً

وحدت جسے کہتے ہو وہی کثرت ہے
کثرت جسے سمجہے ہو وہی وحدت ہے
واصل ہے نہ موصول نہ گنجائش وصل
محفل ہے نہ خلوت ہے عجب صحبت ہے

ایضاً

کیا نیستی ہست نما کی ہستی
دہوکے سے بہری ہے ماسوا کی ہستی
آسی اِس دہوکے میں نہ آنا ہرگز
ہستی ہے اگر تو بس خدا کی ہستی

ایضاً

سرمایۂ ناز بے نیازی تیری
سامان مراد چارہ سازی تیری

دل سا ویران گھر بسایا تونے — اللہ اللہ دلنوازی تیری

ایضاً

راہی بھی ادھر سے ہو کے جو جاتا ہے — کیا کیا مرے رونے پر وہ رو جاتا ہے
ایسے رونے میں کیا تجھے خط لکھوں — روتے روتے تمام دھو جاتا ہے

ایضاً

نیکی کرتا ہوں میں بدوں سے پیہم — پہونچے جو ستم کوئی تو سمجھوں میں کرم
آنکھیں قدموں تلے بچھاؤں آسی — پامال اگر ہوں صورت نقش قدم

ایضاً

پھر سلسلۂ یاد ہلایا تم نے — جام شوق طلب پلایا تم نے
بزم الفت میں شمع کعبہ کی طرح — اس میرے بجھے دل کو جلایا تم نے

ایضاً

میت پر میری کوئی رو جاتا ہے — کوئی یہ کہکے ہوش کھو جاتا ہے
جاگو جاگو لگی سواری در پر — چلنے کو جو ہوتا ہے وہ سو جاتا ہے

ایضاً

بحر الفت کی راہ جو جاتا ہے — عزت تو قریب ڈوب جاتا ہے
پانی بھی جو آبرو تو موتی کی طرح — سوراخ جگر میں ایک ہو جاتا ہے

ایضاً

میں نے رات ایک ماہ پیکر دیکھا — دیکھا بھی تو سینے ہی کے اندر دیکھا
سکتا ہے مجھے کس طرح نہ ہلوائے آسی — آئینے کی طرح آنکھ بھر کر دیکھا

تمت

قطعہ تاریخ طبع اوّل دیوان حضرت آسی رح

نتیجہ فکر رسای جناب حکیم مولوی محمد اصغر صاحب شیخ پوری
پروفیسر سینٹ اینڈریوز کالج گورکھپور

روح معنی ہے یہ آسی کا کلام — آنکھیں تھیں مشتاق جسکی چھپ گیا
ہر ادا طرز بیانِ شوخ کی — دل اڑانے میں نگاہ دلربا
جان معنی کیوں نہو اُسکا کلام — جان معنی خود ہو جو سرتاپا
کہتی ہے روح سخن ہر شعر پر — واہ واصل علی صل علے
دل میں یہ آیا کہ کہدوں سال طبع — جان عشق و معرفت ہے۔ کہدیا
سنہ ۱۳۳۵ھ

فارسی مین

خوش کلامے است اہلِ عرفاں را — فہم معنی کنند اہل کمال
سنۂ طبع فکر کرد اصغر — جان فیض معارف آمد سال
سنہ ۱۳۳۵ھ

غلط نامہ کتاب دیوان آسی مسمی بہ عین المعارف

ناظرین سے التماس ہے کہ پہلے کتاب کو دونون غلط ناموں سے مطابق کرلین جب پڑھین

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
ٹائیٹل ۲	۸	۰	پایا	پایہ	۱۷	۵	۲	بلبل	بلبلین
۳ ؍؍	۲۱	۰	دیوان شایع	دیوان جلد شائع	۲۱	۱۵	۱	اوس نے عرش	اس نے عرش کو
۴ ؍؍	۱۷	۰	ناسخ کے آخری زمانہ	تلامذہ ناسخ کے زمانہ	۲۳	۴	۲	سوختہ باختہ	سوختہ دل باختہ
اول صفحہ ۲	۲	۰	کلام ہے یا محض	کلام ہے بھی یا محض	؍؍	۹	۱	مسنون	مستون
۲	۳	۰	منتحل اشعار	منسوب اشعار	؍؍	۱۱	۲	یہ کب	نہ کب
؍؍	۷		بیشتر	پیشتر	۲۶	۱۵	۱	کچھ خیر	کچھ خبر
؍؍	۱۱	۰	آخری	آخری زمانہ	۲۷	۵	۲	تہ خانہ	تہ خانہ
؍؍	۱۶	۰	یا انقص اشعار	یا انقص یا اشعار	؍؍	۱۰	۲	جزوکل	جزو و کل
؍؍	۱۷	۰	تغیر	تعبیر	۲۸	۱۱	۲	عشق بازون کا	عشق بازون کو
؍؍	۶	۰	ولادت تاریخ	ولادت کی تاریخ	۳۲	۴	۲	ٹھرے	ٹھیرے
۲	۴	۲	غنچہ	غنچۂ	۳۳	۲	۱	نگاہین	نگاہ
؍؍	۷	۲	پیدای	پیدائی					
۳	۱۶	۲	ناطقہ	ناطقۂ	؍؍	؍؍	؍؍	نہین ہین انکی	نہین ہے انکی
۴	۱۸	۱	زیر آبہ	زیر ابہ	۳۵	۵	۱	دھوکھے	دہوکے
۷	۱۹	۱	نجان	نہ جان	۳۷	۸	۱	جگردوز و آسمان	جگردوز آسمان
۸	۱۶	۲	دشنام	دشنام	۳۸	۴	۲	مدعار	مدعا سے
۱۱	۱۲	۱	جھکاہی کسلیے	جھکائے ہی کسلیے	؍؍	۱۵	۲	فرمائے	فرمائیے
۱۳	۱۷	۱	فرض	قرض	؍؍	؍؍	؍؍	مدعار	مدعا سے
۱۴	۷	۱	دل کو عاشق کو	دل عاشق کو	۴۰	۳	۱	نخاقت	نخافت
۱۶	۴	۱	آنسو بھی	آنسو جو	؍؍	۹	۲	گر تری	گر تیری

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
۴۰	۱۹	۱	گُشتنے	گُشتنے	۷۶	۶	۲	بےحجاب	بے حجاب
۴۱	۴	۱	حَبّہ	حُبّہ	۷۹	۶	۱	راکھی	راہ تھی
؍؍	؍؍	۲	دھبہ	دھبا	؍؍	۸	۲	میزی طرح	میری طرح
؍؍	۱۱	۱	صبنے	صبعے	؍؍	۱۳	۱	نگہت جانفز	نکہتِ جانفزا
۴۲	۶	۲	سمجھتے تے ہو	سمجھتے ہو	؍؍	۱۵	۲	بارت	بارے
۴۵	۱	۲	شیر بنکر	شیریں بنکر	۸۰	۵	۲	جو آب حیات	وہ جو آب حیات
؍؍	۱۵	۲	روزی	روزے	؍؍	۷	۲	اسے	اس سے
۴۹	۴	۲	تضویر	تصویر	۸۶	۱۰	۲	ہرنقش	ہرنفس
۵۴	۱۵	۱	دغا وہم	دغا ہم	۸۹	۸	۱	جلوۂ گر	جلوہ گر
۵۶	۱۳	۲	آنکھو	آنکھوں	؍؍	۱۱	۲	آسے	آئیے
۶۲	۷	۲	آہ واہ کی	آہ اس نے واد کی	۹۰	۹	۱	درد	درود
۶۳	۱۰	۲	تعذیر	تعزیر	؍؍	۹	۲	بنکر بھی مری	بنکر وہ مری
۶۴	۲	۱	تو نے کیا	تو نے تو کیا	۹۱	بند اول خمسہ	۴	جینا ہے	جیتا ہے
۶۷	۱۷	۱	پھر	پر	؍؍	؍؍ ۲	۱	قدرم	قدم
۶۸	۱	۱	آئی اے شبنم	آئی تھی اے شبنم	۹۳	بند اول خمسہ	۵	دست بزدانی	دست یزدانی
۷۱	۸	۱	لڑائی	بلائی	؍؍	بند دوم	۱	ستالیے	ستانے
۷۲	۱۹	۲	وھی	وہ ہے	؍؍	بند پنجم	۱	ہنور	بنور
۷۳	۱۸	۲	مصرعہ	مصرع	۹۴	بند پنجم مثلث	۲	نین میں ماں	نینن ماں
۷۴	۷	۱	اشتیاق غم مجھے	اشتیاق ہم مجھے	؍؍	؍؍ ۲	۲	اجھرمین	اجھربن
؍؍	۲۰	۱	دبدم	دمبدم	۹۵	خمسہ بند اول	۲	پہاسے	لبھاسے
۷۵	۸	۱	ہرصورت میں	ہر شئے میں ہے	۹۶	بند پنجم	۱	زلف پیچاں	زلف حوراں
۷۶	۲	۱	نقش چشم پا	چشم نقش پا	؍؍	؍؍	۳	رقیب بستاں	حریف بستاں

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
۹۷	بند ہفتم	۴	پہا	پھاہا
۹۹	؍؍	۱	لے لے کہہ	لے لیکے کہہ
۱۰۰	بند سوم	۲	مایۂ جان شۂ عشق	مایۂ جاں نشۂ عشق
؍؍	؍؍	۵	دیکھا خمیارۂ	دیکھ خمیازۂ
؍؍	چہارم	۲	دم دیے	دم سے
؍؍	پنجم	۲	کیا گورا	کیا گوارا
۱۰۱	بند آخر	چہارم	صفائی	صفائے
۱۰۳	۲	۱	حد بار و محبت	حد یار و صحبت
۱۰۴	سطر اول	ثانی	لگائی ہے	لگائی ہے
؍؍	۷	۱	کمر سے	کمر کا
۱۰۶	۱	۲	مناقبت ہمال	مناقب ست اہمال
۱۰۸	۸	۱	کہ تو دلبر ہے	تو وہ دلبر ہے
۱۰۹	۴	۲	اِس	اوس
؍؍	۱۰	۱	باز آؤ دم عشق کے اب بھرنے سے	باز آؤ بھی عاشقی کا دم بھرنے سے
۱۱۰	۴	۲	راہ و نقشِ پا	رہ کہ نقش پا
۱۱۱	۱۰	۲	آب وگُل	آب وگِل
۱۱۲	۱۱	۴	غنچے	غنچوں
۱۱۲	۱۳	۱	ہر جبند	ہر چند
۱۱۳	۱۲	۱	راہ ارسم	راہ و رسم
۱۱۷	۱	۱	ہاں مین وطن	ہاں ہیں وطن
۱۱۸	۲	۱	ایدھر	اِدھر

صرف غلط نامہ ہذا مطبع رفاہ عام پریس گورکھپور میں چھپا

غلط نامہ کتاب دیوان آسی مسمّٰی بہ عین المعارف

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۲	۲		معذرت		۱۵	۷	۲	نمنائی	تمنائی
۳	۱۰		رہنے دے لفظ صحیح	رہنے دے یہی لفظ صحیح	۱۸	۵	۱	چاہتا تہا	چاہتا تہا
″	۱۳		!	یا	″	۱۱	۱	عرفا سے پوچھو	عرفا جانتے ہیں
دیوان ۲	۴	۲	بیدائی	پیدائی	″	۱۲	۱	عاقبت میں	عاقبت ہیں
۳	۱۰	۱	خونچگاں	خونچکاں	۱۹	۱	۲	ناکارہ	ناکارا
۴	۱۳	۲	قیرچاک	غیرچاک	۲۰	۴	۱	حاصل	حائل
۵	۱۰	۱	کوکب	کوکبہ	″	۷	۱	آئی	آیا
۶	۱۹	۱	ہل جل	ہل چل	″	۱۷	۱	بہاں	جہاں
۷	۲	۲	جکا	چکا	۲۱	۱۱	۲	منت وسقف	منتِ سقف
″	۳	۱	بر	پر	۲۳	۱۱	۲	یہ	نہ
۷	۹	۲	ژمیم	رمیم	۲۴	۱۷	۱	اسکا	اوسکا
۷	۱۱	۱	غرض	فرض	۲۵	۷	۱	منضور	منصور
۷	۱۵	۲	[illegible]	دعوی	۲۶	۸	۱	فتا	فنا
۸	۷	۱	زاق	مذاق	۲۷	۳	۱	بزمردہ	پژمردہ
۸	۱۰	۱	دام	وام	۲۷	۶ سے ۸ تک	۱ و ۲	صطفا	مصطفا
۹	۲	۲	حمایل	حمائل	۲۸	۱ سے ۵ تک	۲	″	″
۱۴	۳	۱	رقت سے [illegible]	رقت سے وقت رخصت	۲۸	۲	۱	دروں	درون
۱۴	۱۱	۱	بارخیال	بارے خیال	″	″	۲	محو	صحو
″	۱۴	۲	ذور	دور	″	۱۱	۲	کا	کو
۱۵	۳	۱	رائیں	[illegible]ئیں	″	۱۹	۱	واہ واہ	واہ وا
″	۶	۱	تہا حاصل	حاصل تہا	۲۹	۱۱	۲	نی	نفی

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۳۱	۸	۲	صبو	سبو	۴۸	۱۰	۱	انکے	اونکے
〃	۱۰	۱	محمد	محمدؐ	۴۹	۵	۲	دل بگاڑے	دلکو بگاڑے
〃	۱۷	۱	لمین آسی	الہی	〃	۷	۱	~~[illegible]~~	~~[illegible]~~
〃	۶	۲	آنکھوں	جب آنکھوں تک	۵۱	۴	۲	لیلی	لیلا
۳۴	۶	۱	جحیم کیسی	جحیم کیسا	〃	۶	۱	بنی	نبی
〃	۱۴	۱	کہ	جو	〃	۱۲	۱	بتاؤ	بتاؤ
۳۵	۱	۲	نالے شرر	نالے ہیں شرر	۵۱	۱۶	۲	خفر	خفر
〃	۹	۲	لات	لذت	۵۳	۹	۲	بتایا ہمکو	بتاسے یا ہمکو
۳۶	۸	۲	غمزہ نے	غمزانے	〃	۱۴	۱	لاغری نہیں	لاغری میں
۳۷	۱۸	۲	گل	دل	۵۵	۱	۲	ہوتے ہوئے	ہوتے ہوئے
۳۸	۱۵	۲	مدعار	مدعاے	۵۶	۳	۲	سودائی کا	سودائی کو
۳۹	۳	۱	کعبہ سے	کعبہ رہے	۵۷	۴	۲	یرنم	یرنم
〃	۵	۲	قدموں سے الخ	پھیلا ہے کیا از مقدم صلے اللہ علیک وسلم	۵۸	۱۴	۱	بلاسے	بلاسے
〃	۶	۲	پھیلا ہے کیا الخ	قدموں سے نکر دیدہ نم صلے اللہ علیک وسلم	۶۱	۲	۱	کیطرف دل	طرف دل
〃	۱۳	۱	بتا	بتا	۶۲	۷	۲	آہ واہ کی	اسنے واہ کی
〃	۱۵	۲	کفردیں	کفر و دیں	〃	۹	۱	بس سلوک	بس سلوک
۴۰	۴	۱	اسی	اوسی	۶۴	۱۰	۱	ثمر اشک	ثمر اشک لے
〃	۱۸	۲	زح	رخ	〃	۱۴	۱	بیئے غیر	بیئے غیر
〃	۱۹	۲	انکی	اونکی	۶۷	۶	۱	بڑگئی	پڑگئی
〃	۲۰	۱	~~ننگن~~	~~دنگا~~	〃	۱۰	۱	واہ واہ	واہ وا
۴۱	۱۷	۱	جھوٹھ	جھوٹ	۷۰	۷	۱	کل	گل
۴۳	۳	۱	دکھیان	دھیان	۷۲	۹	۱	ہم تو معدوم	ہم تو ہیں معدوم
〃	۱۴	۱	دیدہ سے	دیدہ سے	〃	۱۱	۱	سمیع بصر	سمیع وبصیر

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۸۱	۶	۱	دوار	دیدار	۹۳	۲	+	بزوالی	یزوالی
۸۲	۲	۱	بہک	بہکے	〃	۱۰	۱	بما	ہما
〃	۸	۲	ہکیساں	میکشان	〃	〃	۲	جوخواہی	جوخواہیہ
۸۳	۷	۲	سطرہ	قطرہ	〃	۱۵	۲	ہواوُحرص	ہواوحرص
〃	۱۴	۲	کیو	کیا	〃	۱۹	۲	قدوسیاں	قدسیاں
۸۵	۱۱	۱	ہم زباں	ہم نسباں	۹۴	۱۰	۲	جن نینن میں ان پیو	جن ننین میں پیو
〃	۱۵	۱	نگہت	نکہت	〃	۱۲	۲	میں	بن
〃	۱۹	۲	بس	لبس	〃	۱۶	۱	پیا	پیارے
۸۶	۱	۱	رخنے سے تہے	رخنے تہے	〃	〃	۲	دیکہیں دوں	دیکہے دوں
〃	۱۰	۲	نقش	نفس	۹۵	۱۱	۲	لیہائے	لبہائے
〃	۱۲	۱	جل	جلی	۹۶	۱۴	۱	رقیب	حریف
۸۹	۳	۱	سد ں	سب میں	۹۷	۸	۱	آسی نے نشان	آسی بےنشان
〃	۵	۲	دسعت	وسعت	〃	۱۸		صدلبوں	آنکھوں
〃	۹	۱	تصورمیں	تصورسے	۱۰۵	۲۱	۱	وکاتش	وکالنقش
〃	۱۰	۱	تبا	بنا	۱۰۶	۱	۲	بھال	تیغ طلب است
〃	۱۲	۱	کہ	کرم	۱۰۷	۱۰	۱	اسکی	اوسکی
〃	۱۳	۲	کچہہ لو	کچہہ تو	〃	۱۳	۲	۱۸۶۹	۱۸۸۵
〃	۱۴	۱	جہپنا	چہپتا	۱۰۸	۱	۱	سینو	سمنو
۹۰	۱۲	۲	ئے	مئے	〃	۳	۲	×	۱۲۷۸
۹۱	۲	۱	جیوان	حَیوان	۱۰۹	۴	۲	اس	اوس
〃	۱۱	۲	جینا	جیتا	۱۱۰	۲۱	۱	نری	تری
۹۲	۱۴	۲	نالہ	نامہ	۱۱۱	۱۰	۲	گُل	گل

صفحہ	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۱۱۱	۱۴	۲	فشانی	افشانی
۱۱۲	۱۰	۲	فنا	فنا
״	۱۱	۲	اوٹھایا	اوٹھایا مٹایا
۱۱۳	۱۲	۱	راہ رسم	رہ و رسم
۱۱۵	۱۱	۱	ان کو	اون کو
~~۱۱۶~~	~~۱۰~~	~~۱~~	~~ہم سمجھے تو وہ ظاہر نکلا~~	~~ہم سمجھے تھا ظاہر نکلا~~
۱۱۷	۱	۱	میں	عین

کتاب کی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس ارتقا، مجالس انتظامی، مجالس شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات دس کتابیں ایک ماہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ اور انٹرمیڈیٹ

اور اراکین دار الترجمہ۔ رجسٹر شدہ دو کتابیں بی۔ اے۔ اور تحقیقاتی جماعتوں کے

۳۔ طلبائے ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

کے طلبہ تین کتابیں ایک ہفتہ کے لیے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ کے لیے۔ کتابیں واپس نہ ہوں تو طالب سے حساب

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو

ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں گھر لے جانے کی اجازت دی جا سکے گی مگر اس غرض کے لیے

کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان سیاہی یا پنسل سے نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط